بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كِتَابُ الْحَجّ

حج کے مسائل کا بیان

۱۔ بَابُ فَضْلِهِ وَبَيَانِ مَنْ فُرِضَ عَلَيْهِ — حج کی فضیلت اور اس شخص کا بیان جس پر حج فرض ہے

۶۹۸: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ,وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب العمرة، باب العمرة وجوب العمرة و فضلها: ۱۷۷۳ ، کتاب الحصر: ۱۸۲۰، مسلم: ۱۳۴۹، الترمذی: ۸۱۴، النسائی: ۱۱۵/۵، ابن ماجة: ۲۸۹۲، ابن خزیمة: ۱۳۱/۴، ابن حبان: ۳۶۹۶، مؤطاامام مالک: ۳۴۶/۱، البیهقی: ۲۶۱/۵، مسند احمد: ۴۶۲/۲ ، ۴۴۸/۳، الطبرانی: ۱۱۱۹۶/۱۱

۶۹۸: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمرہ دوسرے عمرے تک کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الحج: حج کا لغوی معنی ارادہ یا قصد کرنا، شرعی اصطلاح میں میقات سے احرام باندھ کر مناسک حج کی ادائیگی کیلئے بیت اللہ کا قصد کرنا ہے، حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ جو شخص زادراہ اور سفر کی استطاعت رکھتا ہے، اس پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔

العمرة: عمرۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بھی تقریباً وہی ہیں جو حج کے ہیں، بس فرق اتنا ہے کہ مناسک حج زیادہ اور ارکان عمرہ کم ہیں۔

الحج مبرور: اس حج سے مراد وہ حج ہے جس کی ادائیگی کے دوران گناہوں سے محفوظ رہا گیا ہو اور ادائیگی کے بعد زندگی میں کوئی انقلابی تبدیلی واقع ہوئی ہو۔

تشریح: اسی مفہوم کی قدر مفصل حدیث حضرت سریج بن ربیعہ ؓ سے بھی مروی ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "حج اور عمرہ پے در پے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں تنگ دستی اور گناہوں کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے پھونکنی لوہے کو میل کچیل سے صاف کر دیتی ہے۔" یاد رہے کہ یہ مقام و مرتبہ انہیں لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو ارکان حج کی ادائیگی کے وقت ان کے تقاضے پورے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اس گھر کا حج کیا اور اس نے اس دوران عمل زوجیت اور فسق و فجور سے اجتناب کیا وہ ایسے واپس لوٹا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔"

فقہی احکام: (۱) حج اور عمرہ بار بار کئے جاسکتے ہیں۔ (۲) حالت احرام میں عمل زوجیت ممنوع ہے۔
(۳) امور منہیات سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

۶۹۹: وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ " نَعَمْ ,عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ: اَلْحَجُّ , وَالْعُمْرَةُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَابْنُ مَاجَهْ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ وَأَصْلُهُ فِي الصَّحِيحِ.

ابن ماجة، کتاب المناسک، باب الحج جهاد النساء: ۲۹۰۱، احمد: ۷۵/۶، ابن خزیمة: ۳۵۹/۴، البخاری: ۱۸۶۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں علی النساء سے قبل ہمزہ استفہام مذکور نہیں جبکہ ابن ماجہ کے مطبوعہ نسخوں میں مذکور ہے۔

۶۹۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! ان پر وہ جہاد فرض ہے جس میں قتال نہیں (یعنی) حج اور عمرہ۔" اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ مذکورہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔ اس کی سند صحیح ہے اور اس کی اصل صحیح (بخاری) میں ہے۔

تشریح: امام احمد، امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ اور امام دارقطنی نے یہ حدیث جس سند سے نقل کی ہے اس سند کے تمام رواۃ صحیحین کے ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ ابن دقیق العید نے اس حدیث کو **احکام الاحکام** مین درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام دارقطنی نے اس سند سے نقل کیا ہے جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔ امام بخاری نے حبیب بن ابی عمرۃ کے طریق سے یہ حدیث صحیح بخاری میں بیان کی ہے مگر اس میں فقط حج کا ذکر ہے یعنی اس میں عمرہ کا ذکر نہیں ہے۔ شاید اس لئے مؤلف رحمہ اللہ نے ؛**اصلہ فی الصحیح**؛ کہا ہے

فقہی احکام: (۱) حج اور عمرہ خواتین کا جہاد ہے۔ (۲) حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔

۷۰۰: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْعُمْرَةِ ,أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ " لَا وَأَنْ تَعْتَمِرَ خَيْرٌ لَكَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَالرَّاجِحُ وَقْفُهُ.

الترمذی، ابواب الحج، باب العمرۃ اواجبۃ ھی ام لا: ۹۴۱، احمد: ۳/۳۱۶، الدارقطنی: ۲/۲۸۵، البیھقی: ۴/۳۴۹، معرفۃ السنن والآثار: ۳/۵۰۱، ۵۰۶، ابن ماجۃ: ۲۸۸۹، ابن ابی شیبۃ: ۴/۳۰۴، مسند شافعی: ۷۳۷

۷۰۰: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے عمرہ کے بارے میں خبر دیں، کیا یہ فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، لیکن تیرا عمرہ کرنا تیرے لئے بہتر ہے۔" اسے احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے لیکن اس کا موقوف ہونا راجح ہے۔

تشریح: یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے ایک سے زائد طرق سے منقول ہے اور ہر طریق ضعیف ہے۔ امام ترمذی اور امام دارقطنی نے یہ ابن منکدر کے طریق سے مرفوع نقل کی ہے جبکہ امام بیہقی نے یہ روایت اسی طریق سے موقوف نقل کی ہے۔ اس روایت کو اگرچہ امام بیہقی نے محفوظ قرار دیا ہے لیکن یہ طریق بھی ضعیف ہے کیونکہ ان دونوں طرق کا مرکزی راوی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ ضعیف ہے، حجاج کی متابعت ابوعصمہ نے کی ہے لیکن اس کا حال حجاج سے بھی ابتر ہے۔

اس روایت کی تائید حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی موقوف اور ابوصالح حنفی سے مروی مرسل روایات سے ہوتی ہے، مگر یہ تینوں روایات قابل استشہاد نہیں کیونکہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث عمر بن قیس کی وجہ سے موضوع کے قریب تر ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ابومعشر کے مبہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابوصالح حنفی خود ضعیف ہے۔ یہ روایات ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ سابقہ صحیح حدیث کے معارض بھی ہیں، لہذا یہ قابل التفات نہیں۔

۷۰۱: وَأَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ضَعِيفٍ. عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوعًا "اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيضَتَانِ"

الکامل: ۴/۱۵۰، التلخیص الحبیر: ۲/۲۲۵، فتح الباری: ۳/۵۹۷، بیھقی: ۸۸۳۹

۷۰۱: اور ابن عدی نے ایک دوسرے طریق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔

تشریح: امام ابن عدی نے یہ روایت ابن لھیعہ کے طریق سے نقل کی ہے اور انہوں نے نقل کرنے کے بعد اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ اس کے غیر محفوظ ہونے کی علت عبداللہ بن لھیعہ کی موجودگی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے۔

۷۰۲: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اَللّٰهِ ,مَا اَلسَّبِيلُ؟ قَالَ " اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ " رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ, وَالرَّاجِحُ إِرْسَالُهُ. الدارقطنی : ۲/۲۱۵، الحاکم: ۱/۶۰۹، البیهقی: ۴/۳۳۰، التنقیح: ۲/۳۷۹

۷۰۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "راستے کا خرچ اور سواری" اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے، جبکہ اس کا مرسل ہونا راجح ہے۔

تشریح: امام حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، جبکہ امام بیہقی نے اس کے مرسل طریق کو محفوظ اور مرفوع طریق کو وہم قرار دیا ہے۔ حافظ ابن عبدالهادی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔

۷۰۳:وَأَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيثِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَيْضًا , وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

الترمذی، ابواب الحج، باب التغليظ فی ترک الحج: ۸۱۷، الدارقطنی : ۲/۲۱۵ ـ ۲۱۸، البیهقی: ۴/۳۳۰، کتاب الضعفاء للعقیلی: ۳۲۳، الارواء: ۴/۱۶۶

۷۰۳: اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث نقل کی ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

تشریح: امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے حسن کہا ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اس روایت کا مرکزی راوی ابراہیم الخوزی ہے اور یہ ایسا راوی ہے جس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ اسی مفہوم کی مرفوع روایات حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ تاہم یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔

۷۰۴:وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ " مَنِ اَلْقَوْمُ؟ " قَالُوا اَلْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ " رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ اِمْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلِهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ " نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب صحة حج الصبی و اجره من حج به: ۱۳۳۶، ابوداود: ۱۷۳۶، النسائی: ۵/۱۲۰، احمد: ۱/۲۱۹، البیهقی: ۵/۱۵۵، ابن خزیمة: ۳۰۴۹، البخاری: ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ابن حبان: ۱۴۴

۷۰۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقام روحاء پر نبی کریم ﷺ کی ملاقات چند سواروں سے ہوئی، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا، "تم کون ہو ؟ "انہوں نے عرض کیا، ہم مسلمان ہیں۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا، آپ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا: " اللہ کا رسول ﷺ۔ " پھر ایک عورت نے ایک بچے کو آپ ﷺ کی طرف بلند کرتے ہوئے عرض کیا، کیا اس کا حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اس کا اجر وثواب تجھے ملے گا۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: رکبا: راء مفتوح اور کاف ساکن، یہ راکب (سوار) کی جمع ہے، اس کی تنوین تقلیل کیلئے ہے یعنی چند سوار۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ نابالغ بچے کا حج درست ہے، یہ مسئلہ سائب بن یزید اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث بھی ثابت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جب حج کیا تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بلوغت کے قریب تھے جبکہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی عمر سات سال تھی۔

فقہی احکام: (۱) نابالغ بچے کا حج درست ہے۔ لیکن بالغ ہونے پر اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

(۲) نابالغ بچے کے حج کا ثواب اسے ملے گا جو اسے حج کرائے گا۔

۷۰۵: وَعَنْهُ قَالَ كَانَ اَلْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ ، فَجَاءَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ اَلْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ اَلنَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ اَلْفَضْلِ إِلَى اَلشِّقِّ اَلْآخَرِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,إِنَّ فَرِيضَةَ اَللَّهِ عَلَى

عِبَـادِهِ فِـى اَلْـحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِى شَيْـخًا كَبِيرًا ,لَا يَثْبُـتُ عَلَى اَلرَّاحِلَةِ ,أَفَأَحُـجُّ عَنْهُ؟ قَالَ " نَعَمْ " وَذَلِكَ فِى حَجَّةِ اَلْوَدَا عِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج: ۱۵۱۳ ، کتاب جزاء الصید: ۱۸۵۴، مسلم: ۱۳۳۴، ابوداود: ۱۸۰۹، النسائی: ۵ /۱۱۷،
مؤطا: ۳۵۹/۱، احمد: ۳۴۶/۱، ابن حبان: ۳۹۹۵، ابن ماجة: ۲۹۰۴ ، ۲۹۰۸، الترمذی: ۹۳۸، الدارمی: ۴۱/۲، ابن خزیمة: ۳۰۴۲

۷۰۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے اس دوران خثعم قبیلے کی عورت آئی، فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اس عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، لیکن میرا باپ بہت بوڑھا ہے، وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: ردیف: ایک سواری پر بیٹھنے والے دو سواروں میں سے پچھلے سوار کو ردیف کہتے ہیں۔ **خثعم**: خاء مفتوح، ثاء ساکن اور عین مفتوح، مشہور یمنی قبیلہ ہے۔

تشریح: یہ حدیث امام زہری کے اکثر تلامذہ نے فضل بن عباس کے واسطے کے بغیر نقل کی ہے۔ جبکہ ابن جریج اور معمر نے عن ابن عباس عن فضل بن عباس کے طریق سے نقل کی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت موجود بھی ہوں اور فضل بن عباس سے بھی یہ واقعہ سنا ہو نیز یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایسا مریض اور ناتواں بوڑھا جو سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور اسے صحت کی بحالی کی امید بھی نہیں، اس کی طرف سے حج بدل کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ حج بدل مریض بوڑھے کا کوئی قریبی عزیز ہی کرے۔

حج بدل کے جواز کی روایت حضرت حصین بن عوف اور ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) دائمی مریض اور نہایت ناتواں بوڑھے کی طرف سے حج بدل کیا جا سکتا ہے
(۲) مرد کی طرف سے حج بدل عورت بھی کر سکتی ہے

۷۰۶: وَعَنْهُ أَنَّ اِمْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَ تْ إِلَى اَلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّى نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ ,فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ ,أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ " نَعَمْ " حُجِّى عَنْهَا ,أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ ,أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اِقْضُوا اَللَّهَ ,فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب الحج و النذور عن المیت: ۱۸۵۲، النسائی: ۵ /۱۱٦، احمد: ۱ /۳۴۵، ابن خزیمة: ۳۰۴٦/۴، البیهقی: ۳۳۵/۴، مسند البزار: ۴٦۸/۱

۷۰۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ حج کے بغیر فوت ہو گئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" ہاں! اس کی طرف سے حج کرو اور یہ بتاؤ! اگر تیری ماں کے ذمہ قرض ہوتو کیا تم اس کا قرض ادا کرو گی؟ اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: جهینه: جیم مضموم، ہاء مفتوح اور یاء ساکن، ایک قبیلے کا نام ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت نے حج کرنے کی منت مانی، مگر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی، اس کے بھائی نے اس کی طرف سے حج کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اسے اس کی طرف سے حج کرنے کی تاکید فرمائی۔ میت کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں حضرت بریدہ بن حصیب اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) میت کی طرف سے حج بدل کیا جاسکتا ہے۔ (۲) مرد کی طرف سے عورت اور عورت کی طرف سے مرد حج کرسکتا ہے۔

۷۰۷: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ,ثُمَّ بَلَغَ اَلْحِنْثَ ,فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَى ,وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ, ثُمَّ أُعْتِقَ ,فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَى " رَوَاهُ اِبْنُ أَبِي شَيْبَةَ ,وَالْبَيْهَقِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,إِلَّا أَنَّهُ اِخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ , وَالْمَحْفُوظُ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ

ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب فی الصبی و العبد و الاعرابی یحج: ۴/۴۴۴، ۴۴۵، البیهقی: ۴/۳۲۵، الحاکم: ۱/۶۵۵، ابن خزیمة: ۴/۳۴۹، المعجم الاوسط: ۲۷۵۲، الفروع: ۳/۲۱۳

۷۰۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس (نابالغ) بچے نے حج کیا اور بعد میں بالغ ہوا، اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے اور جس غلام نے (حالت غلامی میں) حج کیا، پھر وہ آزاد کردیا گیا تو اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے۔" اسے ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا اور اس کے تمام روای ثقہ ہیں، البتہ اس کے مرفوع یا موقوف ہونے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، محفوظ یہی ہے کہ یہ موقوف ہے۔

لغوی تحقیق: حنث : حاء مکسور اور نون ساکن، اس کے لغوی معنی گناہ کے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ عمر ہے جس میں گناہ تحریر ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔

تشریح: اعمش سے یہ حدیث ابومعاویہ اور شعبہ نقل کرتے ہیں، ابومعاویہ اپنے شیخ اعمش سے موقوف نقل کرتے ہیں، جبکہ شعبہ سے یزید بن زریع کے واسطے سے محمد بن منہال مرفوع، عبدالوھاب بن عطاء اور ابن ابی عدی امام شعبہ کے واسطے سے اعمش سے موقوف نقل کرتے ہیں، یزید بن زریع اور محمد بن منہال ثقہ ہیں، ثقہ کی زیادتی اگرچہ مقبول ہوتی ہے تاہم یہ ضابطہ غیر مشروط نہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے اس روایت میں ثقہ رواۃ کی زیادت کو مسترد کرتے ہوئے اس روایت کے موقوف طرق کو راجح قرار دیا ہے۔ امام نووی اور علامہ البانی نے مرفوع طریق کو راجح قرار دیا ہے۔

اسی مفہوم کی ایک مرسل حدیث محمد بن کعب قرظی سے بھی مروی ہے مگر وہ مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ منقطع بھی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ، امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی دیہاتی حج کرے تو اسے اس حج کا ثواب ملے گا لیکن ہجرت کرنے کے بعد اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔" اس روایت کو امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ امام ابن حزم نے اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے منسوخ قرار دیا ہے۔ ابن مفلح نے اس اشکال کو اس طرح حل کیا ہے کہ یہاں ہجرت سے مراد اصطلاحی ہجرت نہیں بلکہ ہجرت سے مراد کفر چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا ہے۔

فقہی احکام: غلام، بچے اور کافر کا حج درست ہے، لیکن بچے کو بالغ، غلام کو آزاد اور کافر کو مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

تنبیہ: کافر کا حج، حجۃ الوداع سے قبل درست تھا، حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس قرار دے کر حرم میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

۷۰۸: وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَقُولُ " لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ ,وَلَا تُسَافِرِ اَلْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ " فَقَامَ رَجُلٌ ,فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,إِنَّ اِمْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً ,وَإِنِّي اِكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا ,قَالَ " اِنْطَلِقْ ,فَحُجَّ مَعَ اِمْرَأَتِكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ: ۳۳۳۸ ـ ۱۳۴۱، البخاری: ۱۰۸۸، ۱۸۶۲ ـ ۱۸۶۴، ۳۰۰۶، مجمع البحرین: ۱۹۵/۲، المعجم الاوسط: ۱۶۸۰، ۲۴۵، الدارقطنی: ۲۲۳/۲، المعجم الکبیر: ۱۲۶۵۲

۷۰۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ خطبہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے: " کوئی (غیر) مرد کسی عورت کے ساتھ قطعاً تنہائی اختیار نہ کرے الا یہ کہ اس عورت کے ساتھ اس کا محرم ہو اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔" چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! بلاشبہ میری بیوی حج کیلئے گئی ہے جبکہ میرا نام فلاں فلاں غزوہ کیلئے لکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: " جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔" (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: **لا یخلون**: یہ خلواً سے فعل نہی ہے یعنی تنہائی اختیار نہ کرے۔ **ذو محرم**: عورت کے ایسے رشتہ دار جن سے اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں دو چیزوں کی ممانعت مذکور ہے

(۱) کوئی غیر مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے یعنی غیر مرد ایک ہو یا ایک سے زیادہ، وہ کسی عورت کے ساتھ اس وقت تک نہیں رہ سکتا جب تک اس عورت کے ساتھ اس کا محرم یا شوہر نہ ہو، ایک دوسری حدیث میں اس ممانعت کی یہ علت بتائی گئی ہے کہ جب دو اجنبی مرد وعورت تنہائی اختیار کرتے ہیں تو تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ یعنی شیطان انہیں فعل قبیح پر اکسا سکتا ہے۔

(۲) کوئی عورت اپنے محرم یا شوہر کے بغیر سفر نہ کرے، اس حدیث میں اگرچہ سفر کی کسی مسافت کا ذکر نہیں، لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر اپنے محرم یا شوہر کی معیت کے بغیر نہ کرے۔" جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے ایک دن کے سفر کا تذکرہ ہے، یہ دونوں احادیث صحیحین کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علی، حضرت عدی بن حاتم اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں تین دن کی مسافت کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں تین میل کا ذکر ہے مگر وہ روایت ضعیف ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ابن منیر کا یہ قول نقل کی ہے کہ احادیث کا یہ اختلاف سوال کرنے والوں کے سوالات کی وجہ ہے، یعنی جس شخص نے تین دن کی مسافت کے سفر کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے اس کے جواب میں اسے تین دن کی مسافت کے برابر سفر کی ممانعت فرمادی، جس نے دو یا ایک دن کے سفر کا ذکر کیا، اسے آپ ﷺ نے ایک یا دو دن کی مسافت کے برابر سفر کرنے کی ممانعت فرمادی اور جس نے مطلق سفر کرنے کے بارے میں دریافت کیا، اسے مطلق سفر کی ممانعت سے آگاہ فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میری بیوی جاچکی ہے جبکہ میرا نام غزوہ میں جانے والوں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے، میں لشکر کے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں جبکہ میری بیوی حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور یہ دونوں روایات صحیح بخاری کی ہیں۔

ان روایات میں اگرچہ بظاہر تعارض ہے مگر حقیقتاً کوئی تعارض نہیں یعنی وہ صحابی خود غزوہ میں شریک ہونے کیلئے اپنا نام لکھوا چکا تھا جبکہ اس کی بیوی حج پر جانے کا مصمم ارادہ کر چکی تھی، چنانچہ اس عورت کے مصمم ارادے کو اس کے جانے سے تعبیر کر دیا۔

فقہی احکام: (۱) اجنبی عورت کے ساتھ ایک یا ایک سے زائد افراد خلوت اختیار نہیں کر سکتے، ہاں اگر اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا محرم ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲) عورت اپنے شوہر یا محرم کی معیت کے بغیر ایسا سفر نہیں کر سکتی جسے عرف عام میں سفر کہا جاتا ہو۔

۷۰۹: وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ ,قَالَ "مَنْ شُبْرُمَةُ؟" قَالَ أَخٌ لِي ,أَوْ قَرِيبٌ لِي ,قَالَ "حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟" قَالَ لَا قَالَ "حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ,ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ, وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالرَّاجِحُ عِنْدَ أَحْمَدَ وَقْفُهُ.

ابوداود، كتاب المناسك، باب الرجل يحج عن غيره: ۱۸۱۱، ابن ماجة: ۲۹۰۳، ابن حبان: ۳۹۸۸، ابن خزيمة: ۳۰۳۹، المنتقى لابن جارود: ۴۹۹، الدارقطني: ۲۷۰/۲، ۲۶۶، البيهقي: ۳۳۶/۴، التلخيص: ۲۲۳/۲، الطبراني: ۱۲۴۱۹، نصب الراية: ۱۵۵/۳، المقصد العلي: ۵۵۵

۷۰۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو لبیک عن شبرمہ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: "شبرمہ کون ہے؟" اس نے عرض کیا، میرا بھائی یا کہا میرا قریبی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تونے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔" اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے جبکہ امام احمد کے نزدیک اس روایت کا موقوف ہونا راجح ہے۔

تشریح: اس حدیث کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ تاہم یہ حدیث مرفوع اور موقوف ہر دو طرح منقول ہونے کی وجہ سے اہل فن کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ امام احمد، امام طحاوی اور امام ابن منذر کے نزدیک اس روایت کا مرفوع ہونا درست نہیں، البتہ موقوف صحیح ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو جس نے مرفوع ذکر کیا ہے، وہ ثقہ اور حافظ ہیں لہٰذا جس نے اس کے خلاف ذکر کیا ہے، اس کا ذکر کرنا اس کیلئے کوئی مضر نہیں۔ امام ابن قطان نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ کے تلامذہ میں سے عبدۃ بن سلیمان کا ان سے سماع سب سے زیادہ پختہ ہے۔ واضح رہے کہ عبدۃ بن سلیمان نے سعید بن ابی عروبہ سے یہ حدیث مرفوع بیان کی ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام بیہقی، حافظ ابن حجر اور امام ابن قطان کے نزدیک اس حدیث کا مرفوع ہونا راجح ہے۔

اس حدیث کے بارے میں ایک علت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس حدیث کو سعید بن منصور نے مرسل بیان کیا ہے۔ یہ اعتراض بے وزن ہے کیونکہ اس طریق میں ابن ابی لیلیٰ نامی راوی ہے جو سوء الحفظ کا شکار ہے۔

تیسری علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ قتادہ نے یہ روایت عزرہ سے معنعن نقل کی ہے جبکہ قتادہ امام المدلسین ہیں۔

راقم کی تحقیق اس سلسلے میں یہ ہے کہ امام ابن خزیمہ نے مدلسین کی انہیں روایات کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے جن میں مدلسین کا سماع ان کے شیوخ سے ثابت ہے، یہ حدیث امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں درج کی ہے لہٰذا اسے سماع پر ہی محمول کیا جائے گا۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے مگر یہ دونوں طریق ضعیف ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ابن ابی لیلیٰ کے سوء الحفظ ہونے اور جابر سے مروی حدیث ثمامہ بن عبیدہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن بن عمارہ کے طریق سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو 'لبیک عن نبیشة' کہتے سنا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "یہ حج تو نبیشہ کی طرف سے ہے اب تو اپنا حج بھی کر۔" یہ روایت حسن بن عمارہ کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) نہایت معمر، دائمی مریض اور میت کی طرف سے وہی شخص حج بدل کرسکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

(۲) جس کی طرف سے حج کیا جائے، تلبیہ بھی اسی کی طرف سے کہا جائے۔

۷۱۰: وَعَنهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فَقَالَ " إِنَّ اَللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ اَلْحَجَّ " فَقَامَ اَلْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ أَفِي كُلِّ عَامٍ يَا رَسُولَ اَللَّهِ؟ قَالَ " لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ ,اَلْحَجُّ مَرَّةٌ ,فَمَا زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,غَيْرَ اَلتِّرْمِذِيِّ.

ابو داود، کتاب المناسک، باب فرض الحج: ۱۷۲۱، ابن ماجة: ۲۸۸۶، احمد: ۲۵۵/۱، النسائی: ۱۱۱/۵، الدارقطنی: ۲۷۹/۲، الحاکم: ۶۰۸/۱، الدارمی: ۱۷۹۲

۷۱۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرماتے ہوئے فرمایا: "اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے۔" اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہر سال؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں اثبات میں جواب دے دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا، حج ایک ہی بار فرض ہے اور جو اس سے زائد ہے وہ نفلی ہے۔" اسے پانچوں میں سے ترمذی نے بیان نہیں کیا۔

تشریح: یہ حدیث امام زہری سے سفیان بن حسین نے نقل کی ہے۔ سفیان بن حسین اگرچہ ثقہ راوی ہیں مگر اس کی وہ روایات جو وہ امام زہری نقل کرتے ہیں، ضعیف ہیں۔ زیر مطالعہ حدیث بھی سفیان بن حسین نے امام زہری سے نقل کی ہے، لیکن اس روایت کو امام زہری سے عبدالجلیل بن حمید، عبدالرحمٰن بن خالد اور سلیمان بن کثیر نے بھی بیان کیا ہے، لہٰذا ان متابعات کی وجہ سے یہ حدیث صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) حج زندگی میں ایک بار فرض ہے (۲) نفلی حج کیا جا سکتا ہے (۳) سوال کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ کھڑا ہو کر سوال کرے۔

۷۱۱: وَأَصْلُهُ فِي مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ.

مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر: ۱۳۳۷، النسائی: ۱۱۰/۵، مسند احمد: ۵۰۸/۲، ابن حبان: ۳۷۰۵، الدارقطنی: ۲۸۱/۲، البیهقی: ۳۲۶/۴، ابن ماجة: ۲۸۸۴، ۲۸۸۵، الطبرانی: ۱۵۹/۸

۷۱۱: اس کی اصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسلم میں ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پہلے شاید اس لئے نقل نہیں کیا کہ اس میں سائل صحابی کا نام مذکور نہیں، جبکہ سابقہ حدیث میں سائل صحابی کا نام اقرع بن حابس مذکور ہے اس لئے اُسے پہلے نقل کر دیا، مگر صحت کے اعتبار سے وہ روایت صحیح مسلم کی روایت کے مساوی نہیں تھی، اس لئے مؤلف رحمہ اللہ نے ؛اصله فی مسلم ؛ کہہ کر سابقہ حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہوا ہے اسے پختہ کر دیا۔

زیر مطالعہ حدیث آپ ﷺ سے متعدد صحابہ نے بیان کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلی امتیں اپنے انبیا سے زیادہ سوالات کرنے کی وجہ سے تباہ ہو گئیں، میں تمہیں جس چیز کا حکم دوں وہ کر لیا کرو اور جس سے منع کروں، اسے ترک کر دیا کرو۔"

حضرت علی اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿اے ایمان والو! تم اشیا کے بارے میں سوال مت کیا کرو (کیونکہ) اگر وہ تمہارے لیے واضح کر دی گئیں تو وہ تمہیں ناگوار گزریں گی۔﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں ہاں کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم یہ فریضہ نبھانے سے قاصر رہتے، جس کی وجہ سے تمہیں عذاب دیا جاتا۔"

فقہی احکام: زیادہ سوالات کرنے سے گریز کرنا چاہیے خصوصاً بے مقصد سوالات سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

۲۔ بَابُ الْمَوَاقِیْتِ احرام باندھنے کے مقامات کا بیان

۷۱۲: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِینَةِ ذَا الْحُلَیْفَةِ ,وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ ,وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ ,وَلِأَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ ,هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَیْهِنَّ مِنْ غَیْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ,وَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِکَ فَمِنْ حَیْثُ أَنْشَأَ ,حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب مهل اهل الشام: ۱۵۲۶ ـ ۱۵۳۰، مسلم: ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، النسائی: ۱۲۳/۵، احمد: ۲۳۸/۱، ابن خزیمة: ۲۵۸۹، ۲۵۹۰، البیهقی: ۲۹/۵

۷۱۲: حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ ،اہل شام کیلئے جحفة ،اہل نجد کیلئے قرن منازل اور اہل یمن کیلئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ مقامات مذکورہ علاقے والوں کیلئے اور ان لوگوں کیلئے بھی جو حج اور عمرہ کے ارادہ سے ان کے قریب سے گزریں گے۔اور جو ان میقات سے اندر والے علاقوں میں آباد ہیں وہ جہاں سے چاہیں احرام باندھ لیں اور مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھ لیں۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: مواقیت: یہ میقات کی جمع ہے،ان سے مراد وہ مقامات ہیں جہاں سے حرام باندھے بغیر حج اور عمرہ کے ارادے سے مکہ کی طرف سفر کرنا درست نہیں۔ ذو الحلیفة: حاء مضموم،لام مفتوح اور یا ساکن یہ حلفة کی تصغیر ہے۔یہ ایک معروف جگہ ہے،اس کے اور مکہ مکرمہ کے مابین دس مراحل کی مسافت ہے،وہاں ایک مسجد ہے،اسی جگہ سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تھا،وہاں ایک کنواں ہے جسے بئر علی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ فاصلے پر یہی میقات واقع ہے۔الجحفة:جیم مضموم،حاء ساکن اور فاء مفتوح، حوض کے اطراف میں پائی جانے والی نمی،اس مقام پر ایک بستی آباد تھی جسے سیلاب نے پہاڑ کے دامن میں لے جا کر ڈال دیا تھا۔اسی مناسبت سے اس جگہ کا نام جحفة پڑ گیا۔یہ مکہ سے تین مراحل کی مسافت پر واقع ہے۔یہاں چونکہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے غسل کرنے کا انتظام نہیں، جبکہ اس سے کچھ پہلے رابغ نامی مقام پر پانی کا معقول انتظام تھا اس لئے اہل شام اور دوسرے لوگ جو یہاں سے گزرتے ہیں وہ رابغ نامی جگہ پر آ کر احرام باندھ لیتے تھے۔قرن المنازل: قاف مفتوح اور راء ساکن،اسے قرن الثعالب کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔یہ مکہ مکرمہ سے دو مراحل کی مسافت پر واقع ہے۔یلملم:یاء اور دونوں لام مفتوح اور میم اول ساکن،یہ بھی مکہ مکرمہ سے دو مراحل کی مسافت پر واقع ہے۔

تشریح: حج اور عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنے والے لوگوں کیلئے مذکورہ چاروں مقامات بطور میقات مقرر کیے گئے ہیں جو ان مقامات سے گزر کر مکہ کی طرف آتے ہیں،اور جو لوگ ان میقات سے اندر والے علاقوں میں آباد ہیں وہ اپنے اپنے علاقوں سے احرام باندھیں گے جبکہ اہل مکہ اپنے اپنے گھر سے احرام باندھیں گے۔اسی مفہوم کی حدیث ابن عمر ؓ سے بھی منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) جو حضرات حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرتے ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان مقامات سے احرام باندھے بغیر مت گزریں (۲) حج اور عمرہ کی نیت کے علاوہ اور کسی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنے والوں کیلئے احرام باندھنے کی شرط نہیں۔

۷۱۳: وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِیُّ.

ابوداود، کتاب الحج، باب المواقیت: ۱۷۳۹، النسائی: ۱۲۳/۵، البیهقی: ۲۸/۵، الدارقطنی: ۲۳۶/۲، المجموع: ۱۹۴/۷

۷۱۳: حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل عراق کیلئے ذات عرق مقرر فرمایا۔اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

لغوی تحقیق: ذات عرق: عین مکسور اور راء ساکن،اس نمکین زمین کو کہتے ہیں جو قابل کاشت نہ ہو نیز خون کی شریانوں کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں ذات عرق سے مراد ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔

تشریح: اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں تاہم افلح سے بعض منکر روایات مروی ہیں، امام احمد نے زیر مطالعہ روایت کو بھی منکر کہا ہے۔ امام احمد نے یقیناً اس روایت کو ذات عرق کی زیادتی کی وجہ سے منکر کہا ہے (مزید تفصیل حدیث نمبر ۷۱۵ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں)

۷۱۴: وَأَصْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ إِلَّا أَنَّ رَاوِيَهُ شَكَّ فِي رَفْعِهِ.

مسلم، کتاب الحج، باب المواقیت الحج: ۱۱۸۳، ابن خزیمة: ۱۵۹/۴، البیهقی: ۲۷/۵، ابن ماجة: ۲۹۱۴، احمد: ۱۸۱/۲، الدارقطنی: ۲۳۷/۲

۷۱۴: اس کی اصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح مسلم میں ہے، مگر راوی نے اس کے مرفوع ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے امام مسلم، امام ابن خزیمہ، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے ابن جریج کے طریق سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت صحیح ہے۔ امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید خوزی کے طریق سے، امام بیہقی نے ابن لھیعہ، امام احمد، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے حجاج عن عطاء کے طریق سے بالجزم مرفوع نقل کیا ہے۔ لیکن یہ تینوں طریق ضعیف ہیں۔ یعنی پہلا طریق ابراہیم خوزی اور دوسرا طریق ابن لھیعہ اور تیسرا طریق حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ اس کی مؤید مرفوع روایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

۷۱۵: وَفِي الْبُخَارِيِّ، أَنَّ عُمَرَ هُوَ الَّذِي وَقَّتَ ذَاتَ عِرْقٍ.

البخاری، کتاب الحج، باب ذات عرق لاهل العراق: ۱۵۳۱، احمد: ۱۸۱/۲

۷۱۵: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا۔

تشریح: اہل علم میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اہل عراق کیلئے ذات عرق رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے؟ اس بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ ذات عرق کو رسول اللہ ﷺ نے میقات مقرر فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے ثابت ہے، مگر آپ ﷺ کے عہد طیبہ میں چونکہ عراق فتح نہیں ہوا تھا اس لئے یہ میقات استعمال نہ ہونے کی وجہ سے مخفی رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا تو اہل عراق نے عرض کیا، قرن منازل ہماری گزرگاہ سے دور ہے، اگر ہم ادھر کا قصد کرتے ہیں تو یہ ہمارے لئے باعث مشقت ہے، حضرت عمر نے فرمایا، تم اپنی گزرگاہ پر اس علاقے کا تعین کرلو جو قرن منازل کے برابر واقع ہے۔ چنانچہ یہ اندازہ کر کے ذات عرق مقرر کر دیا گیا۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے موافق ہوا۔

فقہی احکام: اس اجتہاد سے ایک آسانی یہ پیدا ہوگئی کہ جو لوگ ایسے راستوں سے گزریں جو ان میقات سے ہو کر نہیں گزرتے وہ ان مقامات سے کسی قریبی میقات کے برابر پہنچ کر احرام باندھ لیں۔

۷۱۶: وَعِنْدَ أَحْمَدَ ,وَأَبِي دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ.

ابو داود، کتاب المناسک، باب المواقیت: ۱۷۴۰، احمد: ۳۴۴/۱، البیهقی: ۲۸/۵، الترمذی: ۸۴۰، الاحکام الوسطی: ۱۱/۴، بیان الوهم والایهام: ۵۵۷/۲، ۵۵۸، المجموع: ۱۹۵/۷

۷۱۶: امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل مشرق کیلئے عقیق کو میقات مقرر فرمایا۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے جس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے یزید بن ابی زیاد کے طریق سے نقل کی ہے۔ علامہ احمد شاکر نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت کو تنہا یزید بن ابی زیاد ہی بیان کرتا ہے۔ واضح رہے کہ یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے جیسا کہ حافظ عبدالحق اشبیلی نے

الاحکام الوسطی میں اس کے ضعیف ہونے کا عندیہ دیا ہے۔امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

امام ابن قطان نے اس روایت کے معلول ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام مسلم کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد بن علی کا اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

۳۔ بَابُ وُجُوْهِ الْاِحْرَامِ وَ صِفَتِهِ احرام کی اقسام اور اس کی کیفیت کا بیان

۷۱۷: عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ,فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ ,وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ ,وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ ,وَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ ,فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ ,وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ ,أَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب التمتع و القران والافراد: ۱۵۶۱ ، ۱۵۶۲ ، ۱۵۶۷، مسلم: ۱۲۱۱ ، ۱۲۱۳ ، ۱۲۲۹ ، ابو داود: ۱۷۷۹ ، النسائی: ۱۴۵/۵ ، ابن ماجة: ۳۰۰۰، احمد: ۱۹۱/۶

۷۱۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الودع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے ہم میں سے بعض نے صرف عمرہ کیلئے تلبیہ کہا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کیلئے اور بعض نے فقط حج کیلئے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فقط حج کیلئے تلبیہ کہا۔جن لوگوں نے صرف عمرہ کیلئے تلبیہ کہا تھا، انہوں نے مکہ پہنچ کر احرام کھول دیا اور جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں یا فقط حج کیلئے تلبیہ کہا تھا، وہ قربانی کے دن تک حالت احرام میں رہے۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: وجوه: واؤ اور جیم مضموم، یہ وجہ کی جمع ہے یعنی حج کی دونوں اقسام، حج اصغر(عمرہ) اور حج اکبر۔صفته: اس کی کیفیت۔ **حجة الوداع:** آپ ﷺ کا پہلا اور آخری حج ایک ہی تھا۔اسے حجۃ الوداع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں آپ ﷺ نے لوگوں کو الوداع فرمایا تھا۔ **اهل:** بلند آواز سے لبیک کہہ کر حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے محرم ہونے کا اظہار کرتا ہے۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ ہجرت کے دسویں سال ذی الحجہ کا چاند نظر آنے سے پانچ روز قبل، ہفتہ کے دن نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مدینہ سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حج کیلئے نکلے،حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ہم مدینہ سے حج کی نیت سے نکلے تھے لیکن آپ ﷺ نے مروہ کے آخری چکر کے وقت فرمایا:"جو کام مجھے بعد میں معلوم ہوا، اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو میں اپنے ساتھ قربانی لیکر نہ چلتا۔تم میں سے جس کے پاس قربانی نہیں وہ سعی کرنے کے بعد احرام کھول دے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے قربانی لیکر چلے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ مدینہ سے ظہر کی نماز پوری پڑھ کر چلے تھے اور عصر کی نماز کی دو رکعات **ذوالحلیفة** آکر پڑھی تھیں۔پھر آپ ﷺ نے وہاں ایک رات قیام فرمایا، پھر صبح وہاں سے چلے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"جو تم میں سے صرف عمرہ کیلئے تلبیہ کہنا چاہتا ہے وہ ایسا کرے اور اگر میں اپنے ساتھ قربانی لیکر نہ آتا تو میں بھی عمرہ ہی کیلئے تلبیہ کہتا۔"

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں نے احرام کھول لیا جبکہ آپ ﷺ نے احرام نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"میں اپنی قربانی کو قلادہ ڈالا ہوا ہے، اس لئے میں قربانی کرنے کے بعد احرام کھولوں گا۔"

اس احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ حج کی تین اقسام ہیں۔حج تمتع، حج قران اور حج مفرد، اس پر جمیع اہل علم کا اتفاق ہے کہ تینوں قسم کے حج

کئے جا سکتے ہیں البتہ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان تینوں میں افضل کونسا ہے؟ بعض نے حج تمتع کو افضل قرار دیا ہے، بعض نے حج قران کو جبکہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حج افراد افضل ہے۔ راقم کے نزدیک صائب قول پہلا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو زیادہ پسند کیا ہے۔
فقہی احکام: (۱) جس قسم کا حج کرنا ہو احرام باندھ کر اس قسم کا تلبیہ کہا جائے۔ (۲) حج کی تینوں اقسام میں سے کوئی بھی کیا جا سکتا ہے البتہ حج تمتع کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (۳) جو شخص قربانی ساتھ لیکر جائے وہ حج تمتع نہیں کرسکتا۔ (۴) اور نہ وہ نیت بدل سکتا ہے۔

۴۔ بَابُ الْإِحْرَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ — احرام اور اس کے متعلقات کا بیان

۷۱۸: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب الحج، باب الاھلال عند مسجد ذی الحلیفة: ۱۵۴۱، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۲۸۶۵، مسلم: ۱۱۸۶، ابو داود: ۱۷۷۱، الترمذی: ۸۲۴، النسائی: ۱۶۲/۵، البیھقی: ۳۸/۵

۷۱۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ نہیں کہا مگر مسجد کے پاس۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لخت جگر حضرت سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا، کیا احرام کا آغاز مقام بیداء سے کیا جا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا، جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے تلبیہ کا آغاز مقام بیداء سے کیا، وہ آپ ﷺ کی طرف ایک غلط امر کو منسوب کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تلبیہ کا آغاز اپنی سواری پر اچھی طرح بیٹھ کر اس درخت کے پاس سے کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکورہ حدیث میں جس درخت کی طرف اشارہ فرمایا، وہ درخت مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تھا جیسا کہ نافع سے مروی طریق میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مقام ذوالحلیفہ پر رات بسر کی اور صبح سوار ہو کر تلبیہ کا آغاز فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طریق میں بھی ذوالحلیفہ ہی کا ذکر ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب بیداء کی چوٹی پر پہنچے تب آپ ﷺ نے تلبیہ کا آغاز فرمایا۔ حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طریق میں بھی یہی مذکور ہے۔

مذکورہ بالا تمام احادیث صحیح ہیں جبکہ ان میں بظاہر تعارض بھی ہے۔ اہل علم نے اس تعارض کو ختم کرنے کیلئے اس میں تطبیق دی ہے کہ صحابہ نے اپنا اپنا مشاہدہ نقل کیا ہے، جن صحابہ نے آپ ﷺ سے مسجد ذوالحلیفہ کے قریب تلبیہ سنا انہوں نے ذوالحلیفہ کا ذکر کر دیا اور جنہوں نے مقام بیداء پر سنا، انہوں نے مقام بیداء کا ذکر کر دیا۔ اس میں صحیح بات یہی ہے کہ آپ ﷺ نے تلبیہ کا آغاز تو مسجد ذوالحلیفہ ہی سے کر دیا تھا۔ لیکن بعض صحابہ کو اس کی خبر نہ ہوسکی اور انہیں تلبیہ کی خبر اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ بیداء کی بلندی پر پہنچ چکے تھے، کیونکہ بلند مقام سے اٹھنے والی آواز دور دراز تک پہنچ جاتی ہے۔
فقہی احکام: (۱) تلبیہ کا آغاز احرام باندھتے ہی کر دینا چاہیے۔
(۲) احرام باندھنے کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفے سے تلبیہ کہتے رہنا چاہیے۔ (۳) تلبیہ بلند آواز سے کہنا چاہیے۔

۷۱۹: وَعَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " أَتَانِي جِبْرِيلُ ,فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب المناسک، باب کیف التلبیة: ۱۸۱۴، الترمذی: ۸۳۷، النسائی: ۱۶۲/۵، ابن ماجة: ۲۹۲۲، ۲۹۲۳، احمد: ۵۶/۴، ابن خزیمة: ۱۷۳/۴، الحاکم: ۶۱۹/۱، ابن حبان: ۳۸۰۲، ۳۸۰۳

تنبیہ: ابوداؤد میں و من معی کے الفاظ بھی ہیں۔

۷۱۹: حضرت سائب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے لبیک کہنے کا حکم کروں۔" اسے پانچوں نے روایت کیا ہے، جبکہ امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

تشریح: اس حدیث کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔ تاہم اس کی سند میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام سفیان ثوری نے یہ حدیث دو طرق سے بیان کی ہے۔

(۱)عبدالله بن ابی لبید عن مطلب عن خلاد بن سائب عن زید بن خالد قال قال..................

(۲)عبدالله بن ابی لبید ،عن مطلب عن خلاد بن سائب عن ابیه قال قال..................

امام ترمذی کا کہنا ہے کہ خلاد بن سائب عن ابیہ سے مروی حدیث حسن صحیح ہے۔ جبکہ امام ابن حبان کا کہنا ہے، دونوں طرق کے الفاظ چونکہ الگ الگ ہیں یعنی خلاد نے اپنے دادا (سائب) کے واسطے سے جو الفاظ آپ ﷺ سے سنے تھے وہ اپنے والد کے واسطے سے بیان کر دیئے اور جو الفاظ انہوں نے زید بن خالد کے واسطے سے سنے تھے وہ ان کے واسطے سے بیان کر دیئے لہٰذا مذکورہ دونوں طرق محفوظ ہیں۔ یہ حدیث امام مالک اور امام عیینہ نے عن عبداللہ بن ابی بکر عن عبدالملک بن ابی بکر عن خلاد بن سائب عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ کے طریق سے بیان کی ہے۔ امام بیہقی اور علامہ ابن عبدالبر نے اس طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے، کیونکہ مطلب بن عبداللہ مدلس ہیں اور انہوں نے یہ روایت خلاد بن سائب سے معنعن نقل کی ہے۔

فقہی احکام: تلبیہ بلند آواز سے کہنا چاہیے۔

۷۲۰: وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.

الترمذی، ابواب الحج، باب الاغتسال عند الاحرام: ۸۳۸، بیان الوهم والایهام: ۵۱/۳، التقریب: ۳۷۲۰، الدارقطنی: ۲۲۰/۲، البیهقی: ۳۲/۵، مسلم: ۸۸۶/۲، مؤطا امام مالک: ۳۲۲/۱، المعجم الاوسط: ۴۸۸۶

تنبیہ: مطبوعہ ترمذی میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے ،انه رای النبی ﷺ تجرد لاهلاله و اغتسل۔

۷۲۰: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے احرام باندھتے وقت کپڑے اتار دیئے اور غسل کیا۔ اسے ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

لغوی تحقیق: تجرد: کپڑوں سے الگ ہو گئے یعنی کپڑے اتار دیئے۔

تشریح: اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ عبدالحق نے حسن قرار دیا ہے تاہم یہ روایت عبداللہ بن یعقوب کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ ابوغزیہ محمد بن موسیٰ نے عبداللہ بن یعقوب کی متابعت کی ہے، مگر وہ بھی ضعیف ہے۔ احرام سے قبل غسل کرنے کی یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت اور مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کیا جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کو جنم دیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں غسل کر کے احرام باندھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں بھی یہی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے احرام سے قبل غسل کیا تھا مگر یہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: احرام سے قبل غسل کرنا مسنون ہے۔

۷۲۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ "لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ ,وَلَا

اَلْعَمَائِمَ ,وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ ,وَلَا اَلْبَرَانِسَ ,وَلَا اَلْخِفَافَ ,إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ اَلْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ اَلْكَعْبَيْنِ ,وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ اَلثِّيَابِ مَسَّهُ اَلزَّعْفَرَانُ وَلَا اَلْوَرْسُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ .

مسلم، کتاب الحج، باب مایباح للمحرم بحج او عمرة: ۱۱۷۷ ـ ۱۱۷۹، البخاری: ۱۵۴۲ ، ۱۵۴۵، ابوداود: ۱۸۲۳ ، ۱۸۲۷، النسائی: ۱۲۹/۵، الترمذی: ۸۴۱، احمد: ۸/۲، الدارقطنی : ۲۳۰/۲، البیهقی: ۴۶/۵، ابن ماجة: ۲۹۳۰ ، ۲۹۳۵، الحاکم: ۶۶۱/۱، المعجم الاوسط: ۵۰۳۱

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے جوالفاظ نقل کیے ہیں ان میں بعض الفاظ مالک عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے ہیں اور بعض سفیان بن عیینۃ عن الزہری عن سالم عن ابیہ کے طریق سے ہیں۔

۷۲۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ احرام باندھنے والا کونسا لباس زیب تن کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ قمیص، عمامہ، شلوار، باران کوٹ اور موزے نہ پہنے، البتہ اگر کسی شخص کے پاس جوتے نہیں، تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور ایسا کوئی کپڑا زیب تن نہ کرے جسے زعفران یا کیسر لگا ہو۔" اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے، لیکن مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: السراویلات: شلوار یا پاجامہ وغیرہ۔ البرانس: یہ برنس کی جمع ہے اس بڑے کپڑے کو کہتے ہیں جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی شکل میں سر پر ہو، نیز طویل ٹوپی کو بھی برنس کہا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بظاہر مرد حضرات کی تخصیص نہیں ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو حالت احرام میں دستانے پہننے، نقاب کرنے اور ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا، جنہیں کیسر اور زعفران لگا ہوا ہو، یعنی مرد حضرات نہ تو شلوار قمیص پہن سکتے ہیں اور نہ سر ڈھانپ سکتے ہیں، جبکہ خواتین شلوار قمیص پہن سکتی ہیں مگر دستانے نہیں پہن سکتیں، اور نہ نقاب کر سکتی ہیں، موزے اور جرابیں دونوں کیلئے ممنوع ہیں۔ البتہ اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزوں کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا ہے اسے کاٹ کر نچلے حصے کو پہن سکتا ہے، اسی مفہوم کی مرفوع حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا ذکر نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس حدیث کو ناسخ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ یعنی ان حضرات کا کہنا ہے کہ جوتوں کی عدم دستیابی کی صورت میں موزوں کو قطع کیے بغیر پہنا جا سکتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں ہے کہ جس شخص کے پاس چادر نہ ہو وہ شلوار پہن سکتا ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں سفر کر رہی تھیں جب سوار ہمارے برابر پہنچتے تو ہم اپنی چادروں کو اپنے چہروں کے سامنے کر لیتیں اور جب وہ آگے گزر جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتیں۔

یہ دونوں روایات یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ البتہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی موقوف روایت اس کی مؤید ہے اور وہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) حضرات وخواتین حالت احرام میں خوشبو استعمال نہیں کر سکتے۔ (۲) مرد حضرات قمیص شلوار اور موزے نہیں پہن سکتے۔ (۳) موزوں کو ٹخنوں کے اوپر سے کاٹ کر پہنا جا سکتا ہے۔ (۴) چادر کی عدم دستیابی کی صورت میں شلوار، پاجامہ زیب تن کیا جا سکتا ہے۔ (۵) خواتین کے لیے دستانے پہننا اور نقاب کرنا ممنوع ہے البتہ بوقت ضرورت چہرے کے سامنے کپڑا کر لینا چاہیے۔

۷۲۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ ،كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ ,وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ

بِالْبَيْتِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الحج، باب الطیب عند الاحرام: ۱۵۳۹ ، ۵۹۳۰، مسلم: ۱۱۸۹، ابوداود: ۱۷۴۵، النسائی: ۱۳۷/۵، ابن ماجة: ۲۹۲۶

۷۲۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے احرام باندھنے سے قبل، احرام کھولنے کے بعد اور طواف کرنے سے پہلے خوشبو لگائی تھی۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: اطیب: ہمزہ مضموم، طاء مفتوح اور یا مشدد مکسور، یعنی میں نے خوشبو لگائی تھی۔

تشریح: کان جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اسے عموماً ماضی استمراری کے معنی میں کر دیتا ہے، لیکن کبھی یہ تکرار فعل پر بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ یہاں ہے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ خوشبو احرام باندھنے سے قبل ایک دفعہ احرام کھولنے کے بعد اور بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے لگائی تھی۔ ایک دوسرے طریق میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، طیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی۔ ابو رجال عن امہ کے طریق سے مروی روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

فقہی احکام: احرام سے قبل اور احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگانا مسنون ہے۔

۷۲۳: وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ ,وَلَا يُنْكِحُ ,وَلَا يَخْطُبُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم: ۱۴۰۹ ، ۱۴۱۱، ابوداود: ۱۸۴۱، الترمذی: ۸۴۸، النسائی: ۱۹۲/۵، ابن ماجة: ۱۹۶۶، احمد: ۶۸/۱، الدارقطنی : ۲۶۷/۲، ابن حبان: ۴۱۲۳ ، ۴۱۲۴، مؤطا امام مالک: ۳۴۹/۱، البیهقی: ۶۵/۵، ۲۱۲/۷

۷۲۳: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "محرم نہ تو خود اپنا نکاح کرے نہ کسی خاتون کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے اور نہ منگنی کرے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: لا ینکح: یاء مفتوح اور نون ساکن، یعنی اپنی شادی نہ کرے۔ لا ینکح: یاء مضموم اور نون ساکن، یعنی کسی خاتون کو کسی مرد کے نکاح میں نہ دے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حالت احرام میں کوئی شخص نہ تو اپنی شادی کر سکتا ہے اور نہ کسی شادی میں ولی کا فریضہ ادا کر سکتا ہے اور نہ وہ کسی کی طرف منگنی کا پیغام بھیج سکتا ہے اور نہ اس کی طرف کوئی منگنی کا پیغام بھیج سکتا ہے۔ اگر کوئی حالت احرام میں نکاح کرے گا تو اسے فسخ سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ابن حبان میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں کیے گئے نکاح کو فسخ کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ محرم کا نکاح مردود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اثر صحیح ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اثر حضرت حسن بصری کے عدم سماع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ان کے برعکس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔ اس روایت کے اگر چہ جملہ رواۃ ثقہ ہیں تاہم امام بیہقی نے موصول طریق کو مبنی بر خطا قرار دیکر اس کے مرسل ہونے کو صحیح کہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کی حالت میں نکاح کیا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت تو ابو العلا کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سنداً صحیح ہے۔ لیکن یہ روایت حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کے خلاف ہے، کیونکہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نکاح کیا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ اپنے واقعہ کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ اچھے طریقے

سے جانتا ہے اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سنداً صحیح ہونے کے باوجود متن کے اعتبار سے غیر محفوظ ہے۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کی مؤید ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں نہیں تھے۔ اس شادی میں پیغام رسانی کا فریضہ میں نے سرانجام دیا تھا۔

بعض اہل علم نے ان احادیث کے درمیان تعارض کو دور کرنے کیلئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ محرم سے ابن عباس کی مراد حالت احرام نہیں بلکہ حرمت والا مہینہ ہے۔

فقہی احکام: (۱) محرم نہ خود شادی کرسکتا ہے اور نہ کسی شادی میں ولی کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے۔

(۲) اس طرح نہ وہ کسی کی طرف منگنی کا پیغام بھیج سکتا ہے اور نہ اس کی طرف منگنی کا پیغام بھیجا جا سکتا ہے۔

۷۲۴: وَعَنْ أَبِی قَتَادَةَ الْأَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ فِی قِصَّةِ صَیْدِهِ الْحِمَارَ الْوَحْشِیَّ ,وَهُوَ غَیْرُ مُحْرِمٍ ,قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَصْحَابِهِ ,وَكَانُوا مُحْرِمِینَ "هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَیْهِ بِشَیْءٍ؟" قَالُوا لَا قَالَ "فَكُلُوا مَا بَقِیَ مِنْ لَحْمِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب لا یشیر المحرم الی الصید: ۱۸۲۴ ، کتاب الجهاد: ۲۹۱۴، مسلم: ۱۱۹۶، الترمذی: ۸۴۹، النسائی: ۱۸۶/۵، البیهقی: ۱۸۷/۵، المحلیٰ: ۲۵۳/۷، مسنداحمد: ۳۰۵/۵، ابن ماجة: ۳۰۹۳، الدارقطنی: ۲۹۱/۲، التعلیق لابن جوزی: ۴۴۷/۲

۷۲۴: حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کے اس قصہ کے بارے میں منقول ہے جس میں انہوں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا تھا، اور وہ اس وقت محرم نہ تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محرم ساتھیوں سے فرمایا: "آپ میں سے کسی نے اسے شکار کرنے کا حکم دیا یا شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شکار کا جو گوشت موجود ہے وہ کھالو" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: **الحمار الوحشی:** جنگلی گدھا، قد و قامت میں گھریلو گدھے کی طرح ہوتا ہے مگر اس کے جسم پر پر زیبرے کی طرح دھاریاں ہوتی ہیں۔

تشریح: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف جانے والے کسی راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرہ سفر کر رہے تھے۔ لیکن وہ کسی وجہ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قافلے سے پیچھے رہ گئے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی حالت احرام میں تھے جبکہ وہ خود غیر محرم تھے۔ ان کی نظر ایک جنگلی گدھے پر پڑی تو وہ اسے شکار کرنے کیلئے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، مجھے میرا کوڑا پکڑاؤ مگر ان کے ساتھیوں نے اسے کوڑا پکڑانے سے انکار کر دیا، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے اترے اور کوڑا پکڑ کر پھر سوار ہو گئے پھر انہوں نے اسے شکار کر کے اس کا گوشت اپنے محرم ساتھیوں کو پیش کیا تو بعض نے کھالیا اور بعض نے انکار کر دیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کھانا تمہیں اللہ نے کھلایا ہے۔"

یہ روایت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے، ایک طریق میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بھنی ہوئی دستی ہے تو لیکر آؤ۔" حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں لیکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا، جبکہ معمر سے مروی طریق میں ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ شکار میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا تھا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کھانے کا حکم دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کھایا۔

معمر نے اپنی اس روایت میں اپنے شیخ یحیٰی بن ابی کثیر کا عبداللہ بن قتادہ سے سماع نقل نہیں کیا۔ نیز اہل علم نے معمر کی اس روایت کو

معمر کا تسامح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) محرم خشکی کے جانور کا شکار نہ تو خود کر سکتا ہے نہ کسی کو شکار کرنے کا صراحتاً یا اشارتاً حکم دے سکتا ہے۔

(۲) محرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے بشرطیکہ شکاری نے وہ شکار عمداً اس کیلئے نہ کیا ہو۔

۷۲۵: وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا ,وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ ,أَوْ بِوَدَّانَ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ ,وَقَالَ " إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب اذا اهدی للمحرم حمّارا وحشیا حیا لم یقبل: ۱۸۲۵ ، مسلم:۱۱۹۳ ،الترمذی:۸۵۵، النسائی: ۱۸۳/۵ ، ابن ماجة: ۳۰۹۰، احمد: ۳۷/۴، ابن خزیمة: ۱۷۷/۴ ، البیهقی: ۱۹۳/۵ ، ابو داود: ۱۸۵۱ ، الدارقطنی : ۲۹۰/۲، الحاکم: ۶۲۱/۱

۷۲۵: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اس وقت ایک جنگلی گدھا پیش کیا، جب آپ ﷺ مقام ابواء یا مقام ودان پر تھے، آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا: "ہم تحفہ آپ کو اس لئے واپس کر رہے ہیں کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ابــــواء: ہمزہ مفتوح، باء ساکن اور آخر میں الف ممدودہ، یہ مکہ اور مدینہ کے مابین واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔ رحمت عالم ﷺ کی والدہ کا انتقال اسی مقام پر ہوا تھا۔ ودان: واؤ مفتوح اور دال مشدد، یہ ابواء نامی پہاڑ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر سابقہ حدیث کے معارض ہے لیکن درحقیقت ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ان دونوں احادیث میں جمع وتطبیق کی صورتیں موجود ہیں۔ امام بیہقی اور امام بخاری کا کہنا ہے کہ اگر محرم کو خشکی کے شکار کا گوشت پیش کیا جائے تو قبول کر لے اور اگر شکار زندہ پیش کیا جائے تو مت قبول کرے۔

امام بخاری کا کہنا ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو جنگلی گدھا زندہ پیش کیا تھا۔ جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ کو جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا گیا تھا۔ امام نووی نے صحیح مسلم میں مروی طریق کے پیش نظر امام بخاری کے موقف کو مسترد کیا ہے، مگر امام نووی کا یہ فیصلہ درست نہیں کیونکہ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ پہلے **حمار وحش** کے الفاظ بیان کرتے تھے پھر بعد میں انہوں نے **لحم حمار وحش** کے الفاظ بیان کرنا شروع کر دیئے۔

سفیان بن عیینہ کے طریق سے مروی یہ حدیث اگرچہ مضطرب ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں۔ تاہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو شکار کا گوشت بطور تحفہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔

امام بیہقی نے اپنے موقف کی تائید میں یحیٰی بن سلیمان الجعفی کے طریق سے مروی حدیث حضرت صعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جنگلی گدھے کا گوشت مقام جحفہ پر پیش کیا جسے رسول اللہ ﷺ نے تناول فرمایا۔ اس روایت کو امام بیہقی نے صحیح قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگلی گدھا واپس کر دیا مگر اس کا گوشت قبول کر لیا۔ یہ روایت یحیٰی بن سلیمان کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے اس روایت کو بنیاد بنا کر سابقہ روایات کا تعارض دور نہیں کیا جا سکتا۔

ان روایات میں دوسری تطبیق یہ دی گئی ہے کہ جن روایات میں شکار کے گوشت کا تحفہ قبول کرنے سے انکار ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ

آپ ﷺ کے لئے کیا گیا تھا۔اس موقف کی تائید میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان میں سے ایک طریق تو وہ ہے جو صعب سے معمر نے نقل کیا ہے۔

دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تمہارے لئے خشکی کے جانور کا گوشت اس وقت حلال ہے جب تم نے حالت احرام میں خود شکار نہ کیا ہو اور نہ تمہارے لئے شکار کیا گیا ہو۔"اس روایت کو امام حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے،مگر یہ روایت مطلب بن عبداللہ کے کثیر الارسال والتدلیس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام بخاری نے کسی بھی صحابی سے مطلب کے سماع کا انکار کیا ہے۔

۷۲۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "خَمْسٌ مِنَ اَلدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَوَاسِقُ , يُقْتَلْنَ فِي اَلْحِلِّ وَ اَلْحَرَمِ ، اَلْغُرَابُ ,وَالْحِدَأَةُ ,وَالْعَقْرَبُ ,وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ اَلْعَقُورُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب ما یقتل المحرم من الدواب: ۱۸۲۶ ، ۱۸۲۹، مسلم: ۱۱۹۸ ، ۱۱۹۹، الترمذی: ۸۳۶، النسائی: ۱۸۸/۵، ابن ماجة: ۳۰۸۷، احمد: ۸۷/۶، الدارمی: ۳۶/۲، البیھقی: ۲۰۹/۵، مؤطا: ۳۵۶/۱، ابوداود: ۱۸۴۷، مجمع الزوائد: ۲۳۱/۳، ابن حبان: ۵۶۵۵

۷۲۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"پانچ قسم کے جانور ایسے ہیں جن کے جمیع افراد شریر ہیں،انہیں حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے،وہ پانچ جانور یہ ہیں بچھو،چیل،کوا،چوہا اور کاٹنے والا کتا۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **العقرب**:عین مفتوح اور قاف ساکن یعنی بچھو۔ **الحدأة**:حاء مکسور،دال اور ہمزہ مفتوح یعنی چیل۔ **الغراب**:غین مضموم، کوا۔**الکلب العقور**:عین مفتوح اور قاف مضموم،پاگل کتا۔امام مالک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شیر،چیتا،بھیڑیا وغیرہ ہیں۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے مراد ہے،کتا اور بھیڑیا۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے،قاسم بن محمد سے مروی طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"چار قسم کے جانوروں کے جمیع افراد شریر ہے۔"جبکہ سعید بن مسیّب اور عروة بن زبیر نے پانچ قسم کے جانورں کا ذکر کیا ہے۔

سعید بن مسیّب نے ان پانچ قسم کے جانورں میں سانپ کو ذکر کیا ہے جبکہ قاسم بن محمد نے بچھو کا ذکر کیا ہے۔اس طرح ان تینوں طرق کو جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ چھ قسم کے جانور ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں بھی پانچ قسم کے جانوروں کا ذکر ہے،اس میں انہوں نے ان پانچ جانوروں میں بچھو کا ذکر کیا ہے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ حدیث مسند عبداللہ بن عمر سے نہیں بلکہ مسند حفصہ سے ہے۔یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی بلکہ بواسطہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سنی ہے۔اگر یہ تحقیق صائب ہے تو پھر اس حدیث کی صحت پر کوئی کلام نہیں ہوسکتا کیونکہ مرسل صحابی حجت ہے۔حضرت ابوسعید خدری،حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث میں سانپ اور بچھو دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے تاہم یہ تینوں روایات ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: سانپ،بچھو،چیل،کوا،چوہا،شیر،چیتا،کتا اور بھیڑیا ان جانوروں کو حالت احرام میں حرم میں بھی مارنا جائز ہے۔

۷۲۷: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب الحجامة للمحرم: ۱۸۳۵، مسلم: ۱۲۰۲، ابوداود: ۱۸۳۵، الترمذی: ۸۴۷، النسائی: ۱۹۳/۵، البیہقی: ۶۴/۵، ابن حبان: ۳۹۵۱

۷۲۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حالت احرام میں سینگی لگوائی۔

تشریح: اس پر مفصل بحث باب الصیام میں گزر چکی ہے۔

فقہی احکام: حالت احرام میں سینگی لگوائی جاسکتی ہے۔

۷۲۸: وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ حُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي ,فَقَالَ " مَا كُنْتُ أَرَى اَلْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى ,تَجِدُ شَاةً؟ " قُلْتُ لَا قَالَ " فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ,أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ ,لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المحصر ، باب الاطعام فی الفدیة نصف الصاع: ۱۸۱۶، مسلم: ۱۲۰۱، ابوداود: ۱۸۶۰، الترمذی: ۹۵۳، النسائی: ۱۹۴/۵، ۱۹۵، ابن ماجة: ۳۰۷۹، احمد: ۲۴۱/۴

۷۲۸: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس وقت جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"میرا خیال نہیں تھا کہ تکلیف تمہیں اس حالت تک پہنچا دے گی، جو میں دیکھ رہا ہوں، کیا تمہارے پاس ایک بکری ہے؟" میں نے عرض کیا، نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو آدھا آدھا صاع کھانا دو۔"(بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: القمل: قاف مفتوح اور میم ساکن، جوئیں۔یتناثر: جوئیں کثیر ہونے کی وجہ سے گر رہی تھیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ ﴿ففدية من صيام او صدقة او نسك﴾ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فقہی احکام: (۱) حالت احرام میں جوئیں مارنا ممنوع ہے۔(۲) اگر جوئیں بہت زیادہ پڑ جائیں تو پھر انہیں مارا جاسکتا ہے لیکن ایسا کرنے پر فدیہ دینا لازم ہوگا۔(۳) اس کا فدیہ قربانی یا تین روزے یا چھ مسکینوں کو آدھا صاع کھانا دینا ہوگا۔

۷۲۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اَللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مَكَّةَ ,قَامَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فِي اَلنَّاسِ، فَحَمِدَ اَللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ,ثُمَّ قَالَ " إِنَّ اَللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ اَلْفِيلَ ,وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ ,وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي ,وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ ,وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي ,فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا ,وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا ,وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ ,وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ اَلنَّظَرَيْنِ " فَقَالَ اَلْعَبَّاسُ إِلَّا اَلْإِذْخِرَ ,يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي قُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا ,فَقَالَ " إِلَّا اَلْإِذْخِرَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب اللقطة، باب کیف تعرف لقطةاهل مكة: ۲۴۳۴، مسلم: ۱۳۵۵، ابوداود: ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، النسائی: ۲۰۳/۵، البیہقی: ۱۹۵/۵، ابن ماجة: ۳۱۰۹، تقریب: ۵۳۱۷

۷۲۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کیلئے مکہ فتح کر دیا تو رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے ،اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا:"بلاشبہ اللہ نے ہاتھیوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا، جبکہ اس نے اپنے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو مکہ پر تسلط عنایت فرما دیا ہے، بلاشبہ مجھ سے پہلے کسی کیلئے بھی مکہ مکرمہ میں خون بہانا مباح نہ تھا، لیکن میرے

لئے دن کے ایک مختصر حصہ میں مباح کر دیا، بلاشبہ میرے بعد یہ کسی کیلئے کبھی بھی مباح نہ ہوگا۔ چنانچہ یہاں سے شکار کو مت بھگایا جائے، اس کے خاردار درختوں کو (بھی) نہ کاٹا جائے، یہاں پر گری ہوئی چیز کا اٹھانا ماسوا اس شخص کے حلال نہیں جو اس کا اعلان کرنا چاہتا ہے، جن کا کوئی آدمی قتل کر دیا جائے اسے دو بہتر انداز سے غور کیے ہوئے امور میں سے کسی ایک کا اختیار ہے۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اذخر کے علاوہ کیونکہ اسے ہم اپنی قبروں اور چھتوں پر ڈالتے ہیں،
آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں اذخر کی اجازت ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: حبس: روک دیا۔ الفیل: ہاتھی۔ لا ینفر: یاء مضموم، نون ساکن اور فاء مفتوح، مت بھگایا جائے۔ ساقطة: گری ہوئی چیز۔ منشد: میم مضموم، نون ساکن اور شین مکسور، اعلان کرنے والا۔ قتیل: قاف مفتوح اور تاء مکسور، فعیل بمعنی مفعول یعنی مقتول۔ الاذخر: ہمزہ مکسور، ذال ساکن اور خاء مکسور، لمبے پتوں والی خوشبودار گھاس ہے۔ اہل مکہ اسے سرکنڈے کی جگہ استعمال کرتے تھے۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ نے مکہ فتح کرنے کے بعد نہایت جامع اور پرتاثیر خطبہ ارشاد فرمایا، اس خطبہ کے اقتباسات متعدد صحابہ نے بیان کئے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے۔ لہٰذا جب تمہیں جہاد کیلئے نکلنے کا حکم ملے تو ضرور نکلو، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی روز حرمت والا قرار دیا تھا جس روز اس نے زمین و آسمان تخلیق فرمائے تھے۔" بقیہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی مثل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث منقول ہے مگر وہ روایت عیسیٰ بن ابی عیسیٰ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ابو شریح عدوی نے نقل کیا ہے کہ حرم مکہ سے کسی قسم کا درخت نہ کاٹا جائے۔

فقہی احکام: (۱) مکہ مکرمہ کی حرمت ابدی ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کیلئے اسے چند لمحات کیلئے مباح قرار دیا تھا۔ (۲) حرم مکہ سے شکار کیا جائے نہ شکار کو بھگایا جائے۔ (۳) ماسوا اذخر کے کوئی درخت نہ کاٹا جائے۔ (۴) گری ہوئی چیز کو فقط اعلان کرنے کی نیت سے اٹھایا جائے۔ (۵) حرم قاتل اور باغی کو پناہ نہیں دیتا۔

۷۳۰: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِأَهْلِهَا ,وَإِنِّي حَرَّمْتُ اَلْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَإِنِّي دَعَوْتُ فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلَىْ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ لِأَهْلِ مَكَّةَ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی ﷺ: ۱۳۶۰، ۱۳۷۳، البخاری: ۲۱۲۹، ۱۸۶۷، ۱۸۷۰، ۱۸۷۳، البیهقی: ۵ /۱۹۷، الترمذی: ۳۹۱۴، ابوداود: ۲۰۳۷، احمد: ۱/ ۳۱۸، مجمع البحرین: ۲ /۲۷۱، ۲۷۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸۷، ۲۶۰۳، مجمع الزوائد: ۳/ ۳۰۱، ۳۰۴

۷۳۰: عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا اور اس کے مکینوں کیلئے دعا فرمائی، بلاشبہ میں نے مدینہ کو حرام قرار دیا ہے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرام دیا تھا، اور بلاشبہ میں نے مدینہ کے صاع اور مد (ناپ تول کے پیمانے) کیلئے دوگنا خیر و برکت کی دعا کی ہے، اس دعا سے جو ابراہیم نے مکہ مکرمہ کے مکینوں کیلئے فرمائی تھی۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا ہے کا مفہوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! ابراہیم تیرے خلیل اور نبی ہیں اور تو نے ان کے کہنے پر مکہ مکرمہ کو حرام قرار دیا ہے، اے اللہ! میں تیرا بندہ اور

رسول ہوں، میں مدینہ منورہ کے علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں، جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

مدینہ منورہ کی حرمت سے متعلق احادیث حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی کے لئے حرم ہے اور میرے لئے مدینہ طیبہ حرم ہے۔ مگر یہ دونوں احادیث ضعیف ہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے بارے میں علامہ ہیثمی کا کہنا ہے کہ اس کے بعض رواۃ پر کلام ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو حرمت حاصل ہے، ان دونوں شہروں کو حرمت اللہ تعالیٰ نے اپنے دو عظیم انبیا کی دعاؤں کی وجہ سے دی ہے۔ لیکن ان دونوں میں سے افضل شہر کونسا ہے؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ راقم کے نزدیک مدینہ طیبہ کو زیادہ شرف حاصل ہے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ سے دوگنا زیادہ بابرکت بنا دے۔" اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے، مدینہ کی حرمت مکہ سے دُگنی کر دے۔

فقہی احکام: حرم مکہ اور حرم مدینہ میں شکار کرنا، شکار کو ڈرانا اور گری ہوئی چیز کو اپنی ملکیت بنانے کیلئے اٹھانا ممنوع ہے۔

۷۳۱: وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "اَلْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة: ۱۳۷۰، البخاری: ۳۱۷۹، ابوداود: ۲۰۳۴، الترمذی: ۲۲۲۵، ابن حبان: ۳۷۱۷، البیھقی: ۱۹۶/۵، ۱۹۷

۷۳۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدینہ کا وہ علاقہ جو مقام عیر سے مقام ثور تک واقع ہے وہ حرم ہے۔" (مسلم)

تشریح: عیر اور ثور مدینہ منورہ کے دو معروف پہاڑ ہیں اور یہ مدینہ کے شمالاً جنوباً واقع ہیں، گویا اس حدیث سے حرم مدینہ کا شمالاً جنوباً حدود کا تعین ہو گیا، جبکہ حضرت ابوہریرہ، حضرت رافع اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں ؛لابتیھا؛ مذکور ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کا وہ علاقہ جو دو حروں کے درمیان واقع ہے وہ حرم ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں لابتــان کا واحد لابة ہے اور اس سے مراد سیاہ پتھروں والی مخصوص زمین ہے۔ یہ دو حرے مدینہ طیبہ کے شرقاً غرباً واقع ہیں۔

علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری، علامہ شعیب الارنؤط فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا نام حرہ وبرہ ہے یہ مدینہ کے مغرب میں واقع ہے جبکہ دوسرا حرہ واقم ہے یہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں لابتیھا کی جگہ حرتیھا مذکور ہے۔

فقہی احکام: مدینہ منورہ کا وہ علاقہ جو دو پہاڑوں اور دو حروں کے درمیان واقع ہے وہ حرم ہے۔

۵۔ بَابُ صِفَةِ الْحَجِّ وَدُخُوْلِ مَكَّةَ ادائیگی حج اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا طریقہ

۷۳۲: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَجَّ ,فَخَرَجْنَا مَعَهُ ,حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ ,فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ ,فَقَالَ "اِغْتَسِلِي وَاسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ ,وَأَحْرِمِي " وَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ,ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ " لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ,لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ,

إِنَّ اَلْـحَـمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ,لَا شَرِیکَ لَکَ " حَتَّى إِذَا أَتَيْـنَـا اَلْبَيْتَ اِسْتَلَمَ اَلرُّكْنَ ,فَـرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا ,ثُمَّ أَتَى مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ فَصَلَّى ,ثُـمَّ رَجَعَ إِلَى اَلرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ اَلْبَابِ إِلَى اَلصَّفَا ,فَلَمَّا دَنَا مِنَ اَلصَّفَا قَـرَأَ: ﴿ إِنَّ اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اَللَّهِ ﴾ " أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اَللَّهُ بِهِ " فَرَقِيَ اَلصَّفَا ,حَتَّى رَأَى اَلْبَيْتَ ,فَاسْتَقْبَلَ اَلْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اَللَّهَ وَكَبَّرَهُ وَقَالَ " لَا إِلَهَ إِلَّا اَللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ,لَهُ اَلْمُلْكُ ,وَلَهُ اَلْحَمْدُ ,وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ,لَا إِلَـهَ إِلَّا اَللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ ,وَنَصَرَ عَبْدَهُ ,وَهَزَمَ اَلْأَحْزَابَ وَحْدَهُ " ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ,ثُمَّ نَزَلَ إِلَى اَلْمَرْوَةِ ,حَتَّى اِنْـصَبَّـتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ اَلْوَادِي سَعَى حَتَّى إِذَا صَعِدَ مَشَى إِلَى اَلْمَرْوَةِ فَفَعَلَ عَلَى اَلْمَرْوَةِ, كَمَا فَعَلَ عَلَى اَلصَّفَا فَذَكَرَ اَلْحَدِيثَ وَفِيهِ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ اَلتَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلَى مِنَى ,وَرَكِبَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فَصَلَّى بِهَا اَلظُّهْرَ ,وَالْعَصْرَ ,وَالْمَغْرِبَ ,وَالْعِشَاءَ ,وَالْفَجْرَ ,ثُـمَّ مَكَثَ قَلِيلاً حَتَّى طَلَعَتِ اَلشَّمْسُ، فَأَجَازَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ, فَـوَجَدَ اَلْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتْ اَلشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ ,فَرُحِلَتْ لَهُ ,فَأَتَى بَطْنَ اَلْوَادِي, فَـخَطَبَ اَلنَّاسَ ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ ,فَـصَلَّى اَلظُّهْرَ ,ثُـمَّ أَقَامَ فَصَلَّى اَلْعَصْرَ ,وَلَـمْ يُـصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى أَتَى اَلْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ اَلْقَصْوَاءِ إِلَى اَلصَّخَرَاتِ ,وَجَعَلَ حَبْلَ اَلْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ اَلْقِبْلَةَ ,فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفاً حَتَّى غَرَبَتِ اَلشَّمْسُ ,وَذَهَبَتِ اَلصُّفْرَةُ قَلِيلاً ,حَتَّى غَابَ اَلْقُرْصُ ,وَدَفَعَ ,وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ اَلزِّمَامَ حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُـصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ ,وَيَـقُولُ بِيَدِهِ اَلْيُمْنَى " أَيُّهَا اَلنَّاسُ ,اَلسَّكِينَةَ ,اَلسَّكِينَةَ " كُـلَّمَا أَتَى حَبْلاً أَرْخَى لَهَا قَلِيلاً حَتَّى تَصْعَدَ حَتَّى أَتَى اَلْمُزْدَلِفَةَ ,فَصَلَّى بِهَا اَلْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ,بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ ,وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ,ثُمَّ اِضْطَجَعَ حَتَّى طَلَعَ اَلْفَجْرُ ,فَصَلَّى اَلْفَجْرَ ,حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ اَلصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى أَتَى اَلْمَشْعَرَ اَلْحَرَامَ, فَاسْتَقْبَلَ اَلْقِبْلَةَ ,فَدَعَاهُ ,وَكَبَّرَهُ ,وَهَلَّلَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ اَلشَّمْسُ ,حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُـحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيلاً، ثُمَّ سَلَكَ اَلطَّرِيقَ اَلْوُسْطَى اَلَّتِي تَخْرُجُ عَلَى اَلْجَمْرَةِ اَلْكُبْرَى ,حَتَّى أَتَى اَلْجَمْرَةَ اَلَّتِي عِنْدَ اَلشَّجَرَةِ ,فَـرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ,يُـكَبِّـرُ مَـعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا ,مِثْلَ حَصَى اَلْخَذْفِ ,رَمَـى مِنْ بَطْنِ اَلْوَادِي، ثُمَّ اِنْصَرَفَ إِلَى اَلْمَنْحَرِ ,فَـنَـحَرَ، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اَللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَفَاضَ إِلَى اَلْبَيْتِ ,فَصَلَّى بِمَكَّةَ اَلظُّهْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُطَوَّلاً.

مسـلـم، كتـاب الحج، باب حجة النبى ﷺ : ١٢١٨، ابوداود: ١٩٠٥، ابن ماجة: ٢٩١٩، احمد: ٣٢٠/٣، الدارمى: ١٨٥٧، البيهقى: ٥/٧

٧٣٢: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا قصد فرمایا تو ہم آپ ﷺ کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ ہم مقام ذوالحلیفہ پر پہنچ گئے، وہاں حضرت اسماء بنت عمیس نے بچہ جنم دیا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "غسل کرنے کے بعد کپڑے سے لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لے۔" آپ ﷺ نے وہاں مسجد میں نماز پڑھی پھر آپ ﷺ قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب آپ ﷺ کی اونٹنی بیداء نامی مقام کے برابر آئی تو آپ ﷺ نے نعرہ توحید بلند فرمایا: "میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بلاشبہ حمد وستائش تیرے لائق ہیں، انعامات تیرے ہی ہیں، اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے۔" (یہ توحیدی نغمہ رسول اللہ ﷺ نے) بیت اللہ میں داخل ہونے تک جاری رکھا، چنانچہ آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا تین چکر کندھوں کو

ہلا ہلا کر اور تیز قدم چل کر مکمل کئے اور چار چکر معمول کے مطابق چل کر لگائے پھر آپ ﷺ مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور نماز پڑھی پھر دوبارہ حجر اسود پر تشریف لے گئے اور اسے بوسہ دیا پھر مسجد حرام کے دروازے سے نکل کر صفا کی طرف چل دیئے۔ جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں﴾ اور فرمایا: "میں (سعی کا آغاز) اس مقام سے کرتا ہوں، جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے۔" پھر آپ ﷺ صفا پر چڑھے اور قبلہ رُخ کھڑے ہو کر بیت اللہ کو دیکھ کر فرمایا: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کیلئے بادشاہت اور حمد و ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا اسی نے اتحادیوں کو شکست سے دوچار کیا۔" پھر اسی دوران تین بار دعا فرمائی، پھر صفا سے نیچے اترے اور مروہ کی طرف چل دیئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ وادی کے نشیبی مقام پر پہنچ گئے، یہاں پہنچ کر دوڑنے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ بالائی زمین تک پہنچ گئے، پھر آپ ﷺ معمول کی چال چلتے چلتے مروہ پہنچ گئے، مروہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے وہی کچھ کیا، جو آپ ﷺ نے صفا پر کیا تھا، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بات کو جاری رکھا اور اس بات کا ذکر بھی کیا کہ جب ترویہ (۸ ذی الحج) کا دن ہوا تو لوگ منیٰ کی طرف چلے جبکہ آپ ﷺ سواری پر تھے، پھر آپ ﷺ نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑی دیر ٹھہرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور عرفات تشریف لائے اور اس خیمہ میں تشریف فرما ہوئے، جو آپ ﷺ کیلئے نمرہ میں لگایا گیا تھا، پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے قصواء پر پالان رکھنے کا حکم فرمایا، چنانچہ قصواء پر پالان رکھا گیا، اور آپ ﷺ وادی کے درمیان تشریف لائے اور لوگوں کو خطاب فرمایا، پھر مؤذن نے اذان دی اور اقامت کہی تو آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے ان دونوں نمازوں کے مابین کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور موقف پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کا پیٹ پتھروں کی طرف کر دیا اور راہ چلنے والوں کو اپنے ساتھ کر لیا اور رخ انور بیت اللہ کی طرف موڑ لیا، پھر آپ ﷺ غروب آفتاب تک کھڑے رہے، پہلے سورج کی کچھ زردی غائب ہوئی پھر وہ مکمل طور پر غروب ہو گیا، پھر آپ ﷺ واپس ہوئے اور آپ ﷺ نے قصواء کی نکیل اس قدر کھینچ رکھی تھی کہ اس کا سر پالان کے اگلے ابھرے ہوئے حصہ کو چھو رہا تھا، جبکہ آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو اطمینان سے چلنے کا حکم فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کا گزر جب کبھی کسی ٹیلے سے ہوتا تو نکیل قدر ڈھیلی کر دیتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ پہنچ گئے اور وہاں آپ ﷺ نے مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں سے ادا فرمائی، ان دونوں نمازوں کے مابین کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ ﷺ نے فجر تک آرام فرمایا اور طلوع فجر پر فجر کی نماز، اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھی، پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور مشعر حرام پر تشریف لائے، وہاں آپ ﷺ نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا فرمائی، اللہ کی کبریائی اور واحدانیت کا نعرہ بلند فرمایا اور خوب اچھی طرح روشنی پھیلنے تک اسی مقام پر کھڑے رہے، پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے واپس ہوئے اور وادی محسر کے نشیب میں پہنچ کر سواری کو تھوڑا تیز کر دیا، پھر اس درمیانے راستے کو اختیار کیا جو جمرہ کبریٰ کی طرف نکلتا ہے۔ پھر آپ ﷺ اس جمرہ پر تشریف لائے جو درخت کے پاس ہے، اسے آپ ﷺ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہا، اور وہ کنکریاں جسامت میں لوبیے کے بیج کے برابر تھیں، پھر آپ ﷺ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں قربانی کی، پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور بیت اللہ کا رخ کیا اور مکہ مکرمہ میں ظہر نماز پڑھی۔ (امام مسلم نے یہ حدیث مفصل بیان کی ہے)

تشریح: یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے، علامہ ناصر الدین البانی نے ان تمام طرق کو اپنی حجة النبی

ﷺ نامی کتاب میں ذکر کیا ہے۔مفصل معلومات درکار ہوں تو مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

فقہی احکام: (۱)احرام باندھنے سے لیکر بیت اللہ میں داخلے تک تلبیہ کہتے رہنا چاہیے۔(۲)طواف کا آغاز حجر اسود کو بوسہ دیکر یا کم از کم اس کی طرف اشارہ کر کے کرنا چاہیے۔(۳)پہلے تین چکر دوڑ کر لگانے چاہیے۔طواف سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنی چاہئیں۔(۴)مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنے کے بعد ایک بار پھر حجر اسود کو بوسہ دینا مسنون ہے۔(۵)سعی کا آغاز صفا سے کرنا چاہیے۔(۶)صفا اور مروہ پر کھڑے ہوکر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنی چاہیے۔(۷)صفا اور مروہ پر چڑھتے اور اترتے وقت معمول کی چال چلی جائے۔(۸)صفا اور مروہ کے مابین ہموار وادی میں دوڑ لگائی جائے۔(۹)آٹھ ذوالحج کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ کی طرف کوچ کرنا۔(۱۰)منیٰ میں پانچ نمازیں ادا کر کے طلوع آفتاب کے بعد عرفات کی طرف کوچ کرنا۔(۱۱)عرفات میں ظہر اور عصر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ذریعے ایک ساتھ ادا کرنا اور ان کے درمیان کوئی نفلی نماز نہ پڑھنا۔(۱۲)میدان عرفات میں غروب آفتاب تک ٹھہرنا۔(۱۳)غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ادا کئے بغیر مزدلفہ کی طرف کوچ کرنا۔(۱۴)رات مزدلفہ میں بسر کرنا اور وہیں مغرب ،عشا اور فجر ادا کرنا۔(۱۵)طلوع فجر کے بعد منیٰ کی طرف چلنا۔(۱۶)مشعر حرام پہنچ کر قبلہ رخ ہوکر دعا کرنا اور تکبیر و تہلیل کہنا اور خوب روشنی پھیلنے تک اسی مقام پر ٹھہرے رہنا۔(۱۷)وادی محسر سے تیزی سے گزرنا۔(۱۸)سب سے پہلے جمرہ کبریٰ کو سات کنکریاں مارنا۔(۱۹)ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہنا۔(۲۰)منی میں قربانی کرنا۔(۲۱)خواتین ایام حیض اور نفاس میں احرام باندھ سکتی ہیں۔

۷۳۳:وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهِ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ سَأَلَ اللَّهَ رِضْوَانَهُ وَالْجَنَّةَ وَاسْتَعَاذَ بِرَحْمَتِهِ مِنَ النَّارِ. رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

مسندالشافعي، كتاب المناسك : ۱۲۳/۱ ، كتاب الام: ۱۵۷/۲ ، الدارقطني : ۲۳۸/۲، البيهقي: ۴۶/۵

۷۳۳:حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ میں تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مندی اور جنت کا سوال کرتے ،اور اس کی رحمت کے وسیلے سے آگ سے پناہ طلب فرماتے۔اسے شافعی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے،اس روایت کے ضعیف ہونے کے دو اسباب ہیں (۱)امام شافعی کا استاد ابراہیم بن محمد سخت ضعیف ہے۔اسے امام یحییٰ بن سعید اور فقہائے سبعہ نے کذاب قرار دیا ہے۔البتہ امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس کا متابع عبداللہ بن عبداللہ کو بیان کیا ہے،جس کی وجہ سے اس روایت کے ضعیف ہونے کی یہ علت غیر مؤثر ہوگئی ہے۔

(۲)عبداللہ بن عبداللہ اور ابراہیم بن محمد نے یہ روایت صالح بن محمد بن زائدہ سے نقل کی ہے،صالح بن محمد کو امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے،جبکہ جمہور محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے،البتہ امام احمد نے اس کی تعدیل بھی کی ہے اور تضعیف بھی،لہٰذا امام احمد کے دونوں اقوال باہم معارض ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں۔

۷۳۴:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "نَحَرْتُ هَاهُنَا ,وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ ,فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ ,وَوَقَفْتُ هَاهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ ,وَوَقَفْتُ هَاهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الحج، باب ما جاء انّ عرفة كلها موقف: ۱۴۹ /۱۲۱۸ ، ابوداود: ۱۹۳۷ ، ابن ماجة: ۳۰۱۲ ، ۳۰۴۸، احمد: ۳۲۶/۳،البيهقي: ۲۳۹/۵ ،۲۹۵، الطبراني: ۱۵۸۳ ، ۱۱۲۳۱ ، نصب الراية: ۶۱/۳، الكامل: ۱۱۱۸ ، ابن حبان: ۳۸۵۴

۷۳۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تو قربانی اس جگہ پر کی ہے، جبکہ تمام منیٰ قربان گاہ ہے، لہٰذا تم اپنی اپنی قیام گاہوں کے پاس قربانی کرو، میں نے میدان عرفات میں اس جگہ قیام کیا ہے، جبکہ تمام عرفات قیام گاہ ہے اور پورا مزدلفہ قیام گاہ ہے۔"

لغوی تحقیق: جمع: جیم مفتوح اور میم ساکن، یہ مزدلفہ کا دوسرا نام ہے۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ان سے متعدد طرق سے منقول ہے، جعفر بن محمد کے طریق سے مروی روایت میں مزدلفہ ہی مذکور ہے مگر یہ طریق قاسم بن عبداللہ العمری کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، عطاء سے مروی طریق میں پورے مکہ کو قربان گاہ قرار دیا ہے مگر یہ طریق اسامہ بن زید کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن ان دونوں طرق سے مروی متن کی تائید حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پورا مزدلفہ موقف ہے اور مکہ مکرمہ کی تمام گلیاں قربان گاہ ہیں۔"

اس روایت کے جملہ رواۃ اگر چہ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت سلیمان بن موسیٰ اور جبیر بن مطعم کے مابین انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

طبرانی میں اس روایت کو موصولاً نقل کرنے والا فقط سوید بن عبدالعزیز ہے۔ اسے امام نسائی اور امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے۔

علامہ زیلعی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں بھی یہی مذکور ہے۔ مگر وہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں بھی مزدلفہ مذکور ہے، تاہم یہ روایات عبدالرحمٰن بن عبداللہ العمری، یزید بن عبدالملک اور محمد بن عمر الواقدی کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: (۱) میدان عرفات اور مزدلفہ میں کسی مقام پر بھی پڑاؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ (۲) منیٰ کے کسی مقام پر بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

۷۳۵: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا ,وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب من این یخرج من مکة: ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، باب من این یدخل مکة: ۱۵۷۵، مسلم: ۱۲۵۸، ابوداود: ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، الترمذی: ۸۶۱، البیھقی: ۷۱/۵، احمد: ۱۴/۲

۷۳۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ بالائی راستہ سے داخل ہوئے اور جب مکہ سے واپس ہوئے تو زیریں راستے سے واپس ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ثنیہ علیا سے مکہ میں داخل ہوئے اور ثنیہ سفلی سے مکہ سے باہر نکلے۔ ثنیہ علیا کو کداء اور ثنیہ سفلی کو کدی کے ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ مکہ میں بالائی راستہ سے داخل ہونا مسنون ہے۔

فقہی احکام: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کیلئے بالائی راستہ اختیار کرنا مسنون ہے۔

۷۳۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْدُمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِي طُوَى حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ ,وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب اغتسال عند دخول مکة: ۱۵۷۳، مسلم: ۱۲۵۹، ابوداود: ۱۸۶۵، النسائی: ۱۹۹/۵، احمد: ۱۴/۲، البیھقی: ۷۱/۵

۷۳۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جب بھی مکہ میں تشریف لاتے تو رات ذی طویٰ میں بسر فرماتے اور جب صبح ہو جاتی تو وہ غسل فرماتے اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، یہ روایت نافع سے ایوب نے مذکورہ الفاظ سے نقل کی ہے۔ جبکہ موسیٰ بن عقبہ اور عبیداللہ نے نافع سے اس طرح بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی میں رات بسر فرماتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔ اور عبداللہ بن عمر بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فقہی احکام: ذی طوی میں رات بسر کرنا مسنون ہے۔

۷۳۷: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ يُقَبِّلُ اَلْحَجَرَ اَلْأَسْوَدَ وَيَسْجُدُ عَلَيْهِ. رَوَاهُ اَلْحَاكِمُ مَرْفُوعًا ,وَالْبَيْهَقِيُّ مَوْقُوفًا.

الحاكم: ۱/۶۲۵، البيهقى: ۵/۷۴، ابن خزيمة: ۴/۲۱۳، الجرح التعديل: ۲/۴۸۲، التلخيص الحبير: ۲/۲۴۶، التقريب: ۷۷۰۴، عبدالرزاق: ۵/۳۷، المقصد العلى: ۵۷۷ ، ۵۷۸، مجمع الزوائد: ۳/۲۴۴

۷۳۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ اس روایت کو امام حاکم نے مرفوع اور امام بیہقی نے موقوف بیان کیا ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے۔ جعفر بن عبداللہ سے مروی طریق میں ہے کہ میں نے محمد بن عباد کو دیکھا، انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا، اور اس پر سجدہ کیا پھر انہوں نے کہا کہ میں نے تیرے ماموں عبداللہ بن عباس کو اسے بوسہ دیتے ہوئے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، عبداللہ بن عباس نے بیان کیا، میں نے عمر بن خطاب کو اسے بوسہ دیتے ہوئے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، پھر انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

اس روایت کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں دونوں بزرگوں سے تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک جعفر بن عبداللہ سے مراد جعفر بن عبداللہ بن الحاکم ہے جبکہ حافظ بن حجر، امام عقیلی وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد جعفر بن عبداللہ بن عثمان ہے، اسے اگرچہ امام ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے لیکن امام عقیلی کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں وہم اور اضطراب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت عکرمہ نے مرفوع نقل کی ہے لیکن یہ طریق بھی صحیح نہیں، کیونکہ اس طریق کی سند میں یحییٰ بن یمان العجلی ہے، اس پر امام احمد اور امام یحییٰ بن معین، علامہ ذہبی اور حافظ بن حجر نے نقد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ابن جریج کے طریق سے بھی منقول ہے اور یہ طریق دیگر طرق کے مقابلے میں بہتر ہے۔ امام ابویعلیٰ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا وہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور اس پر سجدہ کر رہے تھے، انہوں نے عمل دوبار کیا پھر فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔ اس روایت کے رواۃ کو علامہ ہیثمی نے ثقہ قرار دیا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی سند میں عمر بن ہارون نامی متروک راوی ہے۔

فقہی احکام: حجر اسود کو بوسہ دینا اور اس پر رخسار رکھنا مشروع ہے۔

۷۳۸: وَعَنْهُ قَالَ أَمَرَهُمُ اَلنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَيَمْشُوا أَرْبَعًا ,مَا بَيْنَ اَلرُّكْنَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخارى، كتاب الحج، باب كان بدء الرمل: ۱۶۰۲ ، باب استلام الحجر: ۱۶۰۳، مسلم: ۱۲۶۱ ، ۱۲۶۴، ابوداود: ۱۸۸۶، النسائى: ۵/۲۳۰ ، ۲۳۱، احمد: ۱/۲۹۰، ابن حبان: ۳۸۱۴، ابن خزيمة: ۲۷۰۷، البيهقى: ۹۳۵۳، مؤطا: ۱/۳۶۴، فتح البارى : ۳/۴۷۲، معرفة السنن والآثار: ۴/۶۲ ، ۶۳

تنبیہ: یہ روایت بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں مختلف الفاظ سے مذکور ہے اور ہر نسخہ میں کم وبیش تسامح موجود ہے۔

۷۳۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تین چکر دوڑ کر لگائیں لیکن رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام چال میں چلیں اور چار چکر آہستہ چل کر لگائیں۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: یرملو: یاء مفتوح اور میم مضموم، دوڑ لگائیں۔ اشواط: یہ شوط کی جمع ہے یعنی چکر۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے۔ سعید بن جبیر سے مروی روایت میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی جب مکہ تشریف لائے تو مشرکین نے کہا کہ مسلمان تمہارے ہاں آئیں گے انہیں یثرب کی وبا نے کمزور کر دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تین چکر دوڑ کر لگائیں، لیکن رکن یمانی سے حجر اسود تک معمول کی چال چلیں۔ جریری کے طریق سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تین چکر دوڑ کر اور چار معمول کی چال میں لگائیں۔

سعید بن جبیر سے مروی ایک طریق میں ہے کہ کفار مسلمانوں کو دیکھنے کیلئے حطیم کے پاس بیٹھ گئے۔ یحیٰی بن سلیم سے مروی طریق میں ہے کہ قریش جمع ہو کر حطیم کے پاس بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ "قریش تم میں کسی کمزوری کا مشاہدہ نہ کریں۔" چنانچہ صحابہ (حجر اسود سے رکن یمانی تک دوڑے) لیکن جب انہوں نے رکن یمانی کو مس کیا تو قریش ان کی نظروں سے غائب ہو گئے، آپ ﷺ اور صحابہ رکن یمانی سے حجر اسود تک عام چال میں چلے۔

معمر سے مروی طریق میں ہے کہ صحابہ نے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو صحابہ نے دوڑنا شروع کیا، آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے، جب یہ سب رکن یمانی پر پہنچے تو پھر وہاں حجر اسود تک عام چال میں چلے، ایسا آپ ﷺ نے تین چکروں میں کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور رمل آپ ﷺ نے تین چکروں میں کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سات چکروں میں سے تین چکر تیز چال میں لگائے۔

ان روایات میں بظاہر تعارض ہے لیکن در حقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کا تعلق صلح حدیبیہ کے بعد والے عمرہ سے اور جابر سے مروی روایات کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے۔

یعنی دونوں روایات میں الگ الگ واقعات ہیں جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ مشرکین شامی رکنوں (یعنی حطیم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے صحابہ انہیں اپنی قوت دکھانے کیلئے اس طرف سے دوڑ کر گزر جاتے تھے اور جب وہ یمانی رکنوں (یعنی رکن یمانی اور حجر اسود) کی طرف آتے تو عام چال میں چلنے لگتے جیسا کہ حدیث ابن عباس سے واضح ہو رہا ہے لیکن جب انہوں نے حجۃ الوداع کیا تو پھر انہوں نے بیت اللہ کے چاروں طرف دوڑ کر چکر مکمل کیا۔

فقہی احکام: پہلے تین چکر بیت اللہ کے گرد دوڑ کر مکمل کئے جائیں۔

اگر ازدحام کی وجہ سے دوڑ ناممکن نہ ہو تو پھر دوڑنے جیسی ہیئت اختیار کر لی جائے۔

۷۳۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ اِذَاطَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافِ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا، وَمَشَى اَرْبَعًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ، رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدُمُ فَاِنَّهُ يَسْعَى ثَلَا ثَةَ أَطْوَافٍ بِالْبَيْتِ وَيَمْشِيْ اَرْبَعَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْه

البخاری، کتاب الحج، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم مکۃ: ۱۶۰۳، مسلم: ۱۲۶۱، ابوداود: ۱۸۹۳، ابن ماجۃ: ۲۹۵۰، البیہقی: ۸۹/۵، النسائی: ۹۳۵۹، مسنداحمد: ۲۲۵/۱، المراسیل لابی داؤد: ۱۴۲

تنبیہ: بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں یہ روایت موجود نہیں، جس کی وجہ سے اس روایت کے بعد والی روایت کا تعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ تسامح کسی ناسخ سے ہوا ہے۔

۷۳۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جب بھی طواف قدوم کرتے تو تین چکر تیز چل کر اور چار چکر عام چال میں لگاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب حج یا عمرہ کا طواف قدوم کیا تو آپ ﷺ نے تین چکر دوڑ کر اور دیگر چار چکر آہستہ چل کر لگائے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہونے کے بعد جو سب سے پہلے طواف کیا جاتا ہے اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔ طواف قدوم میں پہلے تین چکروں میں رمل کرنا مسنون ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد صحابہ کا یہی معمول تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے حج اور عمرہ میں رمل کیا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اور دیگر خلفا بھی اسی طرح کرتے رہے۔ اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، البتہ ابومعاویہ کے طریق سے مروی روایت ابن جریج نے عطاء سے معنعن نقل کی ہے اور ابن جریج معروف مدلس ہے۔ لیکن امام احمد نے یحییٰ بن سعید کے توسط سے جو یہ روایت نقل کی ہے اس میں ابن جریج نے عطاء سے سماع کی صراحت کی ہے البتہ عطاء نے یہ روایت مرسل بیان کی ہے۔

فقہی احکام: طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا مسنون ہے۔

۷۴۰: وَعَنْهُ قَالَ لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين: ۱۲۶۷، البخاری: ۱۶۰۹، البیهقی: ۹۳۱۴، ابوداود: ۱۸۷۴، النسائی: ۲۳۱/۵، الحاکم: ۶۲۶/۱، احمد: ۱۱۵/۲، ترمذی: ۸۶۲

۷۴۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں یمانی رکنوں کے علاوہ کسی رکن کو چھوتے نہیں دیکھا۔ مسلم

تشریح: بیت اللہ کے وہ دو کونے جو حطیم کی طرف ہیں ان دونوں کونوں کو شامی رکنوں سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرے کونوں کو یمانی رکنوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ متأخر الذکر دونوں رکن بنیاد ابراہیمی پر ہے، جبکہ مقدم الذکر دونوں رکن بنیاد ابراہیم پر نہیں ہیں۔ شاید اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کا استلام نہیں کیا۔ اسی مفہوم کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں رکنوں کو ہر چکر میں چھوتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان دونوں رکنوں کو چھوتے تھے۔

فقہی احکام: ہر طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کو چھونا مسنون ہے۔

۷۴۱: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ ,وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود: ۱۵۹۷، مسلم: ۱۲۷۰، ابوداود: ۱۸۷۳، الترمذی: ۸۶۸، النسائی: ۲۲۷/۵

۷۴۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا، مجھے معلوم ہے کہ تو پتھر ہے، تو نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری ومسلم)

فقہی احکام: (۱) حجر اسود کو بوسہ دینا مسنون ہے۔ (۲) حجر اسود اگرچہ محترم ہے مگر وہ نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔

۷۴۲: وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهُ ,وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر و غیرہ و استلام الحجر بمحجن: ۱۲۷۳ ، ۱۲۷۵، ابوداود: ۱۸۷۸ ، ۱۸۷۹، ابن ماجۃ: ۲۹۴۷ ، ۲۹۴۹، البیہقی: ۱۰۰/۵، البخاری: ۱۶۰۷ ، ۱۶۱۳، المقصد العلی: ۵۸۱، التقریب: ۱۵۰۷

۷۴۲: حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ کے پاس خم دار چھڑی تھی، آپ ﷺ اس سے حجر اسود کو چھوتے تھے پھر اس چھڑی کو بوسہ دیتے تھے۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حجر اسود کے قریب اگر ازدہام زیادہ ہو جس کی وجہ سے حجر اسود کو نہ تو براہ راست بوسہ دینا ممکن ہو، نہ اسے ہاتھ لگانا آسان ہو تو ایسی صورت میں اگر ممکن ہو تو پھر چھڑی وغیرہ سے حجر اسود کو مس کیا جاسکتا ہے۔ ایسا آپ ﷺ نے ایک سے زائد مواقع پر کیا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ ﷺ نے خم دار چھڑی کے ذریعے حجر اسود کو بوسہ دیا۔

اس کی مؤید روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ ایسا آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا جیسا کہ حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا، اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں خم دار چھڑی تھی، آپ ﷺ اس کے ذریعے حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔ اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، البتہ امام دارقطنی نے صفیہ بنت شیبہ کے صحابیہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ جبکہ امام بخاری نے ان کے صحابیہ ہونے کی توثیق کی ہے۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے مگر یہ روایت موسیٰ بن عبیدہ کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) مناسک حج کی ادائیگی کے وقت جدل ونزاع سے اجتناب کرنا انتہائی ضروری ہے۔ (۲) حجر اسود کو اگر براہ راست یا ہاتھ کے ذریعے بوسہ دینا آسان نہ ہو تو پھر چھڑی وغیرہ کے ذریعے بوسہ دینا مسنون ہے۔ (۳) طواف سوار ہو کر بھی کیا جاسکتا ہے۔

۷۴۳: وَعَنْ يَعْلَى بْنَ أُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ قَالَ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ أَخْضَرَ . رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ , وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب المناسک، باب الاضطباع فی الطواف: ۱۸۸۳ ، ۱۸۸۷، الترمذی: ۸۶۷، ابن ماجۃ: ۲۹۵۲ ، ۲۹۵۴، احمد: ۲۲۳/۴، البیہقی: ۹۳۳۴

۷۴۳: حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی سبز چادر میں طواف کیا جس کے درمیانی حصہ کو آپ ﷺ نے اپنی دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ اسے پانچوں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: مضطبعاً: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی آپ ﷺ نے چادر کے درمیانی حصہ کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ اسے اصطلاحی طور پر اضطباع کہا جاتا ہے

تشریح: رمل کا مقصد مشرکین مکہ کے سامنے اپنے قومی الاعصاب ہونے کا اظہار تھا، جبکہ اضطباع کا مقصد رمل کی حالت میں چادر کو گرنے سے محفوظ رکھنا تھا۔ آیا اضطباع فقط رمل کے تین چکروں ہی کیلئے ہے یا طواف قدوم کے ساتوں چکروں کیلئے ہے، اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اضطباع فقط رمل کیلئے ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ اضطباع کا مقصد چادر کو گرنے سے بچانا اور یہ ضرورت رمل ہی کی صورت میں ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ طواف

قدوم کے ساتوں چکروں کیلئے ہے ان کا کہنا ہے کہ جس طرح رمل کا مقصد کفار کے سامنے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا تھا، مگر فتح مکہ کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی لیکن پھر بھی رمل ضروری ہے، کیونکہ ایسا کرنا مسنون ہے، اسی طرح اضطباع کی ضرورت اگر چہ رمل کے ساتھ ہے، لیکن اضطباع مسنون ہے اس لئے دیگر چکروں میں بھی اضطباع ضروری ہے، نیز ان کے اس موقف کو درج ذیل احادیث سے بھی تقویت ملتی ہے۔

(۱) یعلیٰ بن امیہ ہی سے مروی ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ جب بیت اللہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور اس وقت آپ ﷺ نے حضرمی چادر سے اضطباع کر رکھا تھا۔ اس روایت کے ایک راوی محمد بن سلیمان پر اگر چہ امام ابوحاتم نے جرح کی ہے، لیکن امام نسائی، امام ابن حبان اور خطیب نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمل اور اضطباع کے بارے میں فرمایا، اگر چہ اللہ تعالیٰ نے کفر اور اہل کفر کو مسترد کر دیا ہے لیکن ہم وہ طریقہ ترک نہیں کر سکتے جو ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کیا کرتے تھے۔

فقہی احکام: اضطباع طواف قدوم کے سات چکروں میں کرنا چاہیے۔

۷۴۴: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا اَلْمُهِلُّ فَلا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ,وَيُكَبِّرُ مِنَّا اَلْمُكَبِّرُ فَلا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب التلبية والتكبير اذا غدا من منىٰ الى عرفة: ۱۶۵۹ ، ۱۶۸۶ ، مسلم: ۱۲۸۵ ، احمد: ۲۴۰/۳ ، النسائی: ۲۵۰/۵ ، ابن ماجة: ۳۰۰۸ ، البیهقی: ۱۱۲/۵

۷۴۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے اور ان پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا جاتا تھا اور بعض لوگ اللہ اکبر کہتے تھے انہیں بھی برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: محمد بن ابوبکر ثقفی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ سے عرفات جا رہے تھے، اس دوران انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ لوگ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں آج کے دن کونسا عمل کرتے تھے؟ اس پر انہوں نے مذکورہ بالا جواب دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح منقول ہے، البتہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ آپ ﷺ جمرہ عقبہ کو رمی کرنے تک تلبیہ کہتے رہے۔

فقہی احکام: عرفہ کے روز لاالہ الااللہ ، اللہ اکبر اور تلبیہ میں سے کوئی ایک یا باری باری تینوں بھی کہے جا سکتے ہیں۔

۷۴۵: وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فِي اَلثَّقَلِ ,أَوْ قَالَ فِي اَلضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج الصبيان: ۱۸۵۶ ، ۱۶۷۸ ، مسلم: ۱۲۹۳ ، ۱۲۹۴ ، معرفة السنن والآثار: ۱۱۴/۴ ، ابوداود: ۱۹۳۹ ، النسائی: ۲۶۱/۵ ، الترمذی: ۸۹۹ ، احمد: ۲۲۲/۱ ، البیهقی: ۱۲۳/۵ ، فتح الباری: ۵۲۸/۳

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کے بعد مصادر کا ذکر نہیں اور اس کے بعد والی روایت کے بعد دونوں روایات کو بخاری و مسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ بعض نسخوں میں ہر روایت کے بعد بخاری و مسلم مذکور ہے۔

۷۴۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سامان کے ساتھ یا انہوں نے کہا کہ کمزور افراد کے ساتھ رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: الثقل: ثاء اور قاف دونوں مفتوح یعنی بوجھ۔ الضعفة: ضاد اور عین دونوں مفتوح یعنی کمزور افراد۔ جمع: مزدلفہ۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت عبید اللہ بن ابی یزید، عطاء اور ابو زبیر بیان کرتے ہیں۔ عطاء سے جب یہ روایت عمرو بن دینار نقل کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے اہل کے ان کمزور لوگوں کے ساتھ تھا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پہلے بھیج دیا تھا، لیکن عطاء سے جب ابن جریج نقل کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے سحری کے وقت اپنے سامان کے ساتھ مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔

ابونعمان جب از حماد بن زید از عبید اللہ بن ابی زیاد کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت ہی اپنے سامان کے ساتھ مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔ اور جب سفیان بن عیینہ، عبید اللہ بن ابی زیاد سے نقل کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے اہل کے ان کمزور افراد کے قافلے میں شامل تھا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پہلے روانہ کر دیا تھا۔ لیکن یحییٰ جب حماد بن زید کے توسط سے عبید اللہ بن ابی یزید سے نقل کرتے تو وہ شک کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان طرق سے یہ واضح ہوا کہ ابن عباس کے دونوں تلمیذان رشیدان سے یہ روایت بالجزم بھی مروی ہے اور شک کے ساتھ بھی مروی ہے۔

راقم کے نزدیک اس تعارض کو دور کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ثقل اور ضعفہ دونوں مترادف الفاظ ہیں اور دونوں سے ایسے افراد مراد ہیں جو قافلے کے ساتھ چلنے سے عاجز تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کیلئے لفظ ثبطة استعمال ہوا ہے۔ اس موقف کو ابو زبیر کے طریق سے مروی روایت بھی تقویت دیتی ہے کیونکہ اس میں بالجزم مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے کمزور اہل وعیال کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف پہلے روانہ کر دیا تھا۔ (۲) ممکن ہے کہ اس کمزور قافلے کے ساتھ سامان بھی روانہ کر دیا ہو۔

فقہی احکام: مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری ہے لیکن جو حضرات وخواتین قافلے کے ساتھ چلنے سے قاصر ہوں وہ سحری کے وقت بھی کوچ کر سکتے ہیں۔

۷۴۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ اَلْمُزْدَلِفَةِ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَهُ ,وَكَانَتْ ثَبِطَةً تَعْنِي ثَقِيلَةً فَأَذِنَ لَهَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب من قدم ضعفة اهله بليل: ۱۶۸۰، مسلم: ۱۲۹۰، النسائی: ۲۶۲/۵، ابن ماجة: ۳۰۲۶، البيهقی: ۱۲۴/۵، احمد: ۲۱۳/۶، معرفة السنن والآثار: ۱۱۴/۴

۷۴۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مزدلفہ کی رات آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ قافلے سے پہلے منیٰ کی طرف کوچ کر جائیں کیونکہ وہ بھاری جسم والی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت عنائت فرمادی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل کے جن کمزور افراد کو رات کے وقت ہی مزدلفہ سے منیٰ کی طرف کوچ کرنے کی اجازت دی تھی، ان میں اُم المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

اُم المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ وہ بھی اس قافلے میں شامل تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ وہ بھی اپنے اہل کے کمزور افراد کو رات کے وقت ہی مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ کر دیتے تھے۔

۷۴۷: وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا تَرْمُوا اَلْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ اَلشَّمْسُ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَفِيهِ انْقِطَاعٌ .

ابوداود، کتاب المناسک، باب التعجیل من جمع: ۱۹۴۰ ، ۱۹۴۱ ، الترمذی: ۹۰۰، النسائی: ۵ /۲۷۰ ، ۲۷۱، ابن ماجة: ۳۰۲۵، احمد: ۱ /۲۳۴، البیهقی: ۵ /۱۳۲ ، المراسیل: ۵۵، الطحاوی: ۲ /۲۱۷، المحرر: ۱ /۴۰۵، الارواء: ۴/۲۷۴، مجموع الفتاویٰ: ۱۶۶/۲۶ ، المجموع: ۱۵۳/۷

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ اس حدیث کو نسائی نے روایت نہیں کیا۔ کسی نساخ کی غلطی کی وجہ سے یا پھر ان سے تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث نسائی میں موجود ہے۔ اور خود مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اسے نسائی کی طرف منسوب کیا ہے۔

۷۴۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طلوع آفتاب سے قبل کنکریاں مت مارو۔" اس حدیث کو پانچوں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا۔ لیکن اس کی سند منقطع ہے۔

تشریح: اس روایت کے اگر چہ جملہ رواۃ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم نے المراسیل میں امام احمد کا قول عبداللہ بن احمد کے توسط سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (احمد) سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ الحسن عرنی نے ابن عباس سے کچھ نہیں سنا۔ امام ابوحاتم کا کہنا ہے کہ اس نے ابن عباس سے ملاقات ہی نہیں کی۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مقسم نے بھی نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کمزور اہل کو پہلے رخصت کر دیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ طلوع آفتاب سے قبل کنکریاں نہ ماریں۔ اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا اور علامہ احمد شاکر نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں مسعودی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ مسعودی کی متابعت اعمش، حجاج بن ارطاۃ اور ابن ابی لیلیٰ نے کی ہے۔ اعمش مدلس ہے جبکہ حجاج بن ارطاۃ اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں اور ان سب کا شیخ حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے انھیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث عطاء نے بھی روایت کی ہے لیکن اس روایت کی سند میں حبیب بن ابی ثابت مدلس ہے اور اس نے یہ روایت معنعن نقل کی ہے۔ اس روایت کو عصر حاضر کے نامور محقق علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔ جبکہ مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن باز نے ضعیف کہا ہے۔

فقہی احکام: (بشرط صحت حدیث) طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا مستحب ہے۔

۷۴۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِأُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ ,فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ ,ثُمَّ مَضَتْ فَأَفَاضَتْ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَإِسْنَادُهُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

ابوداؤد، کتاب المناسک، باب التعجیل من جمع: ۱۹۴۲ ، البیهقی: ۱۳۳/۵

تنبیہ: یہ روایت مسلم کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

۷۴۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو قربانی والی رات (منیٰ کی طرف) بھیج دیا تھا۔ انہوں نے طلوع فجر سے قبل رمی کر لی، پھر انہوں نے طواف افاضہ کیا۔ (ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کنکریاں طلوع آفتاب سے قبل بھی ماری جاسکتی ہیں۔ اس موقف کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے اہل کے کمزور افراد کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، ہم نے صبح کی نماز منیٰ میں پڑھی اور جمرۃ کو کنکریاں ماریں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کی مؤید روایت مروی ہے لیکن وہ مضطرب ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے بظاہر معارض ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے، اس لئے ابن عباس سے مروی روایت معارضہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

فقہی احکام: کمزور افراد طلوع آفتاب سے قبل کنکریاں مار سکتے ہیں۔

۷۴۹: وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هَذِهِ يَعْنِي: بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ مَعَنَا حَتَّى نَدْفَعَ ,وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذَلِكَ لَيْلاً أَوْ نَهَارًا ,فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ وَقَضَى تَفَثَهُ" رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ.

ابو داود، کتاب المناسک، باب من لم يدرک عرفة: ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، الترمذی: ۸۹۸، النسائی: ۵ /۲۶۳، ابن ماجة: ۳۰۱۶، احمد: ۱۵/۴، الدارقطنی: ۲۴۱/۲، البیهقی: ۱۱۶/۵، ابن خزیمة: ۲۸۲۰، ۲۸۲۲

۷۴۹: حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مزدلفہ میں ہمارے ساتھ اس نماز میں شامل ہوا، اور ہمارے ساتھ ہمارے کوچ کرنے تک مزدلفہ میں رہا، اور اس سے قبل اس نے عرفات میں دن میں یا رات میں قیام کیا، اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی۔ (اسے پانچوں نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص نو ذوالحجہ کی صبح سے لیکر دس ذوالحجہ کی فجر کی نماز سے پہلے عرفات سے ہو کر مزدلفہ میں فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لے اس کا حج مکمل ہو جائے گا۔ بشرطیکہ سابقہ اور بعد والے مناسک حج بھی ادا کرے اور جو شخص مذکورہ اوقات میں عرفات اور مزدلفہ میں حاضر ہونے سے قاصر رہا، اس کا حج فوت ہو گیا، وہ فقط عمرہ کر لے۔

اس کی مؤید روایت حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات میں موجود تھا، اس دوران مسجد میں کچھ لوگ حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول ﷺ! حج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وقوف عرفہ حج ہے، جو شخص مزدلفہ کی رات فجر کی نماز سے قبل وہاں پہنچ جائے اس کا حج مکمل ہو گیا۔"

اسی مفہوم کی روایات حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں، مگر یہ دونوں روایات ابن ابی لیلیٰ اور ابن مصعب کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: نو ذوالحجہ کی صبح سے لیکر دس ذوالحجہ کی فجر تک عرفات و مزدلفہ میں وقوف ضروری ہے۔ اس لئے ان میں تقدیم و تاخیر جائز نہیں ہے۔ دیگر مناسک حج میں کسی شرعی عذر کی وجہ سے تقدیم و تاخیر مباح ہے۔

۷۵۰: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنَّ اَلْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ اَلشَّمْسُ، وَيَقُولُونَ أَشْرِقْ ثَبِيرُ وَأَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ ,ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ اَلشَّمْسُ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحج، باب متی یدفع من جمع: ۱۶۸۴، الترمذی: ۸۹۶، النسائی: ۲۶۵/۵، البیهقی: ۱۲۴/۵، احمد: ۵۰/۱

۷۵۰: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشرکین اس وقت تک نہیں لوٹتے تھے، جب تک سورج طلوع نہیں ہو جاتا تھا اور وہ کہا کرتے تھے۔ اے ثبیر! روشن ہو جا۔ نبی ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی اور طلوع آفتاب سے قبل واپس لوٹے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: اشرق: ہمزہ مفتوح، شین ساکن، راء مکسور اور قاف ساکن، یعنی روشن ہو جا۔ ثبیر: ثاء مفتوح، باء مکسور اور یاء ساکن، یہ مکہ

کے بڑے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاتے وقت الٹے ہاتھ واقع ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے۔ابن اسحاق سے مروی طریق میں ہے کہ مشرکین اس وقت تک مزدلفہ سے منیٰ کی طرف نہ چلتے جب تک سورج ثبیر پہاڑ پر روشن نہ ہو جاتا، حجاج عن ابی اسحٰق سے مروی طریق میں ہے، وہ کہتے، اے ثبیر! روشن ہو جا، تاکہ ہم غارت گری کر سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی مخالفت کرتے ہوئے طلوع آفتاب سے قبل مگر خوب روشنی پھیلنے کے بعد منیٰ کی طرف چلے۔اس کی مؤید روایات حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی روایات واقدی، شاذکونی، جعفر بن میسرہ اور غسان بن ربیع کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: (۱) مزدلفہ سے منیٰ کی طرف دس ذوالحجہ کو طلوع آفتاب سے قبل کوچ کرنا چاہیے۔

(۲) مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنا مسنون اور پسندیدہ عمل ہے۔

۷۵۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہم قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحج، باب التلبیۃ و التکبیر غداۃ النحر: ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۷۱، مسلم: ۱۲۸۱، ابوداود: ۱۸۱۵، الترمذی: ۹۲۷، النسائی: ۵/۲۶۸، البیہقی: ۵/۱۳۷، ابن خزیمۃ: ۲۸۸۶، ابن ماجۃ: ۳۰۴۰

تنبیہ: صحیح بخاری میں قالا کا مرجع فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں۔جبکہ بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں کے سیاق سے اس کا مرجع عبداللہ بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما قرار پاتے ہیں۔کیونکہ اہل علم کے نزدیک ابن عباس سے مراد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی ہیں۔ظاہر ہے کہ یہاں تسامح مؤلف رحمہ اللہ علیہ سے یا ناسخ سے ہوا ہے۔

۷۵۱: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک مسلسل تلبیہ کہتے تھے۔(بخاری)

تشریح: یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے۔امام بخاری کے بیان کردہ طریق میں ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک جبکہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما مزدلفہ سے منیٰ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف رہے اور ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ مسلسل سنتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۃ عقبہ کو کنکریاں ماریں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں مار لیں، تب تلبیہ منقطع کر دیا۔

اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ منقطع کیا جائے۔امام ابن خزیمہ نے اس روایت کو پہلی روایت کی تفسیر قرار دیا ہے لیکن امام بیہقی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے امام ابن خزیمہ کی اس رائے سے اختلاف کیا ہے۔

امام ابن ماجہ نے جس طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسامہ بن زید اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے کے بغیر نقل کی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے۔

فقہی احکام: مکہ سے منیٰ، منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک مسلسل تلبیہ کہا جائے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا جائے۔

۷۵۲:وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ جَعَلَ اَلْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ ,وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ ,وَرَمَى اَلْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَقَالَ هَذَا مَقَامُ اَلَّذِى أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ اَلْبَقَرَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب رمی الجمار بسبع حصیات: ۱۷۴۸ ، ۱۷۴۹، مسلم: ۱۲۹۶ ، ابوداود: ۱۹۷۴ ، الترمذی: ۹۰۸، النسائی: ۲۷۳/۵ ، ابن ماجة: ۳۰۳۰

۷۵۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف اور منیٰ کو اپنے دائیں طرف کیا پھر جمرہ کو سات کنکریاں ماریں اور فرمایا یہ اس عظیم ہستی کے کھڑے ہونے کا مقام ہے جس پر سورۃ بقرۃ نازل کی گئی تھی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں نزول بقرہ کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ سورۃ بقرہ میں مناسک حج کا بیان ہے۔

۷۵۳:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ ,رَمَى رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْجَمْرَةَ يَوْمَ اَلنَّحْرِ ضُحًى ,وَأَمَّا بَعْدَ ذَلِكَ فَإِذَا زَالَتِ اَلشَّمْسُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب بیان وقت استحباب الرمی: ۱۲۹۹ ، ابوداود: ۱۹۷۱ ، الترمذی: ۹۰۱ ، النسائی: ۲۷۰/۵ ، ابن ماجة: ۳۰۵۳، الدارمی: ۱۹۰۲ ، المؤطا: ۳۰۸، ابن ابی شیبة: ۴۰۶/۴

۷۵۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو چاشت کے وقت جمرہ کو کنکریاں ماریں، پھر اس کے بعد زوال آفتاب کے بعد کنکریاں ماریں۔ (مسلم)

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مفصل حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، اس بارے میں تفصیل حدیث نمبر ۷۳۲ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تینوں دنوں میں کنکریاں زوال آفتاب کے بعد ماریں جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے، تاہم یہ روایت محمد بن سائب کی تمیز نہ ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں کنکریاں زوال آفتاب کے بعد ماریں۔ یہ روایت محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: یوم النحر کو چاشت کے وقت جبکہ دیگر ایام میں زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا مستحب ہے۔

۷۵۴:وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي اَلْجَمْرَةَ اَلدُّنْيَا ,بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ,يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ,ثُمَّ يَتَقَدَّمُ ,ثُمَّ يُسْهِلُ ,فَيَقُومُ فَيَسْتَقْبِلُ اَلْقِبْلَةَ ,فَيَقُومُ طَوِيلاً ,وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ,ثُمَّ يَرْمِي اَلْوُسْطَى ,ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ اَلشِّمَالِ فَيُسْهِلُ ,وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ اَلْقِبْلَةِ ,ثُمَّ يَدْعُو فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُومُ طَوِيلاً ,ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ اَلْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ اَلْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ,ثُمَّ يَنْصَرِفُ ,فَيَقُولُ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اَللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَفْعَلُهُ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحج، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلة......: ۱۷۵۱ ، ابن ماجة: ۳۰۳۲، النسائی: ۲۷۶/۵ ، ۲۷۷، المؤطا: ۴۰۶/۱، ابن ابی شیبة: ۲۷۵/۴

۷۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ قریبی جمرہ کو سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور میدان میں آکر کھڑے ہوجاتے اور قبلہ کی منہ کر کے دیر تک کھڑے رہتے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے، پھر

درمیانے جمرہ کو کنکریاں مارتے اور میدان کے بائیں جانب قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے، پھر جمرہ عقبہ کو وادی کی نچلی جگہ سے کنکریاں مارتے لیکن اس کے پاس قیام نہ فرماتے اور واپس تشریف لے آتے، پھر فرماتے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ (بخاری)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں یوم النحر کے بعد والے ایام میں جمرات کو کنکریاں مارنے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے یعنی سب سے پہلے اس جمرہ کو کنکریاں ماری جائیں جو مسجد خیف کے قریب ہے، اسے سات کنکریاں مارنے کے بعد میدان میں قبلہ رُخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر طویل ترین دعا کرنی چاہیے، پھر درمیانے جمرہ کو سات کنکریاں مارنے کے بعد میدان کے بائیں جانب قبلہ رخ کھڑے ہو کر طویل ترین دعا کرنی چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ دونوں جمروں کے مابین اس قدر قیام فرماتے کہ وہ کھڑے کھڑے تھک جاتے۔ یہ روایت امام مالک نے بلاسند نقل کی ہے جبکہ ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کی ہے لیکن اس طریق کے ایک راوی ہارون بن ابی عائشہ کی توثیق ماہرین فن میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کی۔

فقہی احکام: (۱) جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد میدان میں آ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر خوب دعائیں کی جائیں۔

(۲) جمرہ عقبہ کو کنکریاں نچلی جگہ سے ماری جائیں اور کنکریاں مارنے کے فوراً بعد اپنے خیموں کی طرف واپس لوٹ آنا چاہیے۔

۷۵۵: وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " اَللَّهُمَّ ارْحَمِ اَلْمُحَلِّقِينَ " قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ قَالَ فِي اَلثَّالِثَةِ "وَالْمُقَصِّرِينَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب الحلق و التقصیر عند الاحلال: ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، مسلم: ۱۳۰۱، ابو داود: ۱۹۷۹، ابن ماجة: ۳۰۴۳ ــ ۳۰۴۵، الترمذی: ۹۲۲، المؤطا: ۱/ ۳۹۵، البیهقی: ۹۲۶۵، ابن حبان: ۳۸۸۰، احمد: ۲۲۷۷، ۲/ ۳۹۳، ۲/ ۴۰۲، المعجم الاوسط: ۲۹۳۵، ۹۱۹۴، امجمع البحرین: ۳/ ۲۵۳، ۲۵۴، فتح الباری: ۳/ ۵۶۲، نووی شرح مسلم: ۹/ ۵۰، ۵۱

۷۵۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے۔" صحابہ نے عرض کیا، بال ترشوانے والوں پر بھی، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا: "بال ترشوانے والوں پر بھی" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: محلقین: یہ تحلیق سے اسم فاعل ہے، اس کا مادہ حلق ہے اور اس کا لغوی معنی بالوں کو بالکل صاف کرنا ہے۔ اس طرح مذکورہ لفظ کا معنی ہوگا، بالوں کو منڈوانے والے۔ مقصرین: یہ تقصیر سے اسم فاعل ہے، یعنی بال ترشوانے والے۔

تشریح: امام مالک نے نافع کے واسطے سے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے، امام مالک سے یہ روایت ان کے متعدد تلامذہ نے نقل کی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ امام مالک کے اکثر تلامذہ نے سر منڈوانے والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کے دعائیہ کلمات دو بار نقل کرنے کے بعد تیسری بار بال ترشوانے والوں کیلئے نقل کئے ہیں۔ جبکہ رواۃ مؤطا میں سے صرف یحییٰ بن بکیر ہیں جنہوں نے سر منڈوانے والوں کیلئے تین بار دعائیہ کلمات نقل کئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ام الحصین، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ام عمارہ اور حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں بال منڈوانے والوں کیلئے رسول اللہ ﷺ کے دعائیہ کلمات تین مرتبہ مذکورہ ہیں۔ البتہ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایات ضعیف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی بعض طرق میں دو یا تین بار ذکر ہے۔ یہ طرق بھی ضعیف ہیں۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں دوبار کا ذکر ہے لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

اہل علم میں اس بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ دعائیہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر فرمائے تھے یا حجۃ الوداع کے موقع پر؟ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یوم الحدیبیہ کی صراحت ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی حدیبیہ کا ذکر ہے لیکن یہ روایت زمعہ بن صالح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں حجۃ الوداع کا تعین ہے نیز وہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں حجۃ الوداع کا تعین ہے وہ تعداد میں زیادہ اور سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہیں۔

امام نووی نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ یوم الحدیبیہ کا واقعہ ہے۔قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر ایسا ہوا تھا۔امام نووی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ دونوں مواقع پر آپ ﷺ نے یہ دعائیہ کلمات فرمائیں ہوں۔

فقہی احکام: حج اور عمرہ کے موقع پر بال ترشوانا اگرچہ جائز ہے لیکن منڈوانا افضل ہے۔

۷۵۶:وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اَلْعَاصِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ اَلْوَدَاعِ ,فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ ,فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ ,فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ " اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ " فَجَاءَ آخَرُ ,فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ ,فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ , قَالَ " اِرْمِ وَلَا حَرَجَ " فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ " اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب الفتیا علی الدابة عند الجمرة: ۱۷۳۶، مسلم: ۱۳۰۶، ابوداود: ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، الترمذی: ۹۲۵، ابن ماجة: ۳۰۵۱، ۳۰۵۲، المؤطا: ۴۲۱/۲، البیھقی: ۱۴۳/۵، احمد: ۱۶۷/۲، ۱۵۹/۲، العلل لابن ابی حاتم: ۷۲۰، معرفة السنن والآثار: ۱۳۳/۴

۷۵۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الودع کے موقع پر ایک جگہ پر تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ سے سوالات کر رہے تھے، ایک آدمی نے عرض کیا، میں نے لاعلمی میں قربانی کرنے سے پہلے بال منڈوا لئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" کوئی حرج نہیں، قربانی اب کرلو۔" ایک دوسرا آیا اور اس نے عرض کیا، میں نے لاعلمی میں رمی سے قبل قربانی کر لی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" کوئی حرج نہیں، کنکریاں اب مارلو۔" اس روز آپ ﷺ سے جس عمل کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:" اب کرلو کوئی حرج نہیں۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت علی، حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا، میں نے سعی طواف سے قبل کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" کوئی حرج نہیں۔" اس روایت کو حافظ ابن قیم نے غیر محفوظ اور علامہ عبدالعزیز بن باز نے صحیح کہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ یوم النحر کے روز منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ یوم النحر کے روز جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد جمرہ کے پاس کھڑے تھے۔حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اس وقت دو جمروں کے مابین تشریف فرما تھے مگر یہ روایت

حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: مزدلفہ سے منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماری جائیں۔ کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کی جائے پھر بال کٹوائے یا منڈوائے جائیں۔ ان ارکان کی ادائیگی میں لاعلمی کی وجہ سے تقدیم و تاخیر قابل مواخذہ نہیں۔

۷۵۷: وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ ,وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب المحصر، باب النحر قبل الحلق فی الحصر: ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۲۷۳۱، مسلم: ۱۳۰۵، ابو داود: ۱۹۸۱، البیهقی: ۱۳۴/۵، معرفة السنن والآثار: ۱۲۸/۴

۷۵۷: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈوانے سے قبل قربانی کی تھی اور صحابہ کو بھی یہی حکم دیا تھا۔ بخاری

تشریح: زیر مطالعہ حدیث امام بخاری نے مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے مفصل نقل کی ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ کا معاہدہ کر چکے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو قربانی کرنے اور بال منڈوانے کا تین بار حکم دیا، مگر ان میں سے کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی، آپ ﷺ اُم سلمہ کے پاس گئے اور انہیں ان حالات سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا کرنا آپ ﷺ کو محبوب ہے؟ تو پھر آپ ﷺ تشریف لے جائیں اور کسی سے بات کئے بغیر اپنے اونٹ نحر کر دیں اور اپنے حجام کو بلا کر اس سے سر منڈوالیں، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور کسی سے بات کئے بغیر اپنا اونٹ نحر کیا اور حجام کو بلا کر اپنی حجامت بنوالی، جب صحابہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ کھڑے ہوئے، انہوں نے قربانیاں کیں اور ایک دوسرے کی حجامت بنانے لگے۔ معرفۃ السنن میں نہایت مختصر روایت ہے۔

امام بخاری نے یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ مگر ابن عمر نے نہایت اختصار سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں تشریف لائے، جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں، پھر اپنے خیمے میں تشریف لائے، قربانی کی اور حجام سے کہا کہ وہ آپ ﷺ کا سر مبارک پہلے دائیں جانب سے، پھر بائیں جانب سے مونڈ دے، پھر آپ ﷺ نے وہ بال صحابہ میں تقسیم کر دیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں کہ آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا" یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دیں۔"

فقہی احکام: (۱) بال کٹوانے یا منڈوانے کا آغاز دائیں جانب سے کیا جائے۔ (۲) انسان کے بال پاک ہیں۔
(۳) رسول اللہ ﷺ کے بال متبرک ہیں۔

۷۵۸: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ فَقَدَ حَلَّ لَكُمُ الطِّيبُ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

ابو داود، کتاب المناسک، باب فی رمی الجمار: ۱۹۷۸، احمد: ۱۴۳/۶، ابن خزیمة: ۲۹۳۷، الدارقطنی: ۲۷۶/۲، البیهقی: ۱۳۵/۵، معرفة السنن والآثار: ۱۳۲/۴، ابن ماجة: ۳۰۴۱، النسائی: ۲۷۷/۵، ابن ابی شیبة: ۳۲۰/۴، ۳۲۱، تقریب: ۱۲۵۶

۷۵۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم کنکریاں مارلو، بال منڈوالو تو تمہارے لئے بیویوں کے علاوہ خوشبو اور دیگر تمام چیزیں مباح ہو گئیں۔" اسے احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: یہ روایت حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے

مگر وہ عبداللہ بن عباس اور حسن بن عبداللہ العرنی کے درمیان انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عمر، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے اسی مفہوم کی موقوف روایات صحیح سند سے منقول ہیں۔

۷۵۹: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ" لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ ,وَإِنَّمَا يُقَصِّرْنَ"رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ

ابوداود، کتاب المناسک، باب الحلق و التقصیر: ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، الدارمی: ۶۴/۲، الدارقطنی: ۲۷۱/۲، البیهقی: ۱۰۴/۵، الطبرانی: ۱۹۴/۱۲، التلخیص الحبیر: ۲۶۱/۲، العلل: ۸۳۴، بیان الوهم والایهام: ۵۴۵/۲، الاحکام الوسطی: ۱۶۱/۴، ترمذی: ۹۲۴

۷۵۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"خواتین کیلیے سر منڈوانا نہیں، ان کیلئے تو صرف بال ترشوانا ہے۔"اسے ابوداوٗد نے حسن سند سے بیان کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کو حافظ ابن حجر، امام نووی اور حافظ عبدالحق نے حسن قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری اور امام ابوحاتم نے اس روایت کی سند کو قوی کہا ہے، لیکن امام ابن قطان نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی تین علتیں بیان کی ہیں، مگر ان کی بیان کردہ تینوں علتوں کو اہل علم نے مسترد کیا ہے۔ اس حدیث کی تائید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ احرام والی خواتین انگشت شہادت کے مطابق اپنے بال کاٹ لیں۔ تاہم یہ روایت لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: خواتین کیلئے بال منڈوانا، ناجائز ہے۔ حج اور عمرہ کے موقع پر وہ اپنے بال انگشت شہادت کے برابر تراش لیں۔

۷۶۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ اِسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى ,مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ ,فَأَذِنَ لَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الحج، باب هل یبیت اصحاب السقایة او غیر هم بمکة لیالی منیٰ: ۱۷۴۵، مسلم: ۱۳۱۵، ابوداود: ۱۹۵۹، البیهقی: ۱۵۳/۵، ابن ماجة: ۳۰۶۵

۷۶۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے منیٰ کی راتیں مکہ میں بسر کرنے کی اجازت چاہی تا کہ وہ (حجاج) کو پانی پلاسکیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت عنائت فرمادی۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: سقاية: پانی پلانا۔ لیالی منیٰ: ایام تشریق کی راتیں یعنی ذی الحجۃ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کی راتیں۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ماہ ذی الحجہ میں ایام تشریق کی تین راتوں میں سے دوراتیں منیٰ میں بسر کرنا ضروری ہیں۔ البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہوتو پھر یہ راتیں منیٰ سے باہر بھی بسر کی جاسکتی ہیں۔ منیٰ میں ایام تشریق کی راتیں گزارنے کے بارے میں ایک حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حجاج میں سے کوئی شخص بھی منیٰ کی راتیں منیٰ سے باہر بسر نہ کرے۔

فقہی احکام: (۱) جو شخص حجاج کو پانی پلاتا ہے یا ان کی ضرورت پر مامور ہے وہ منیٰ کی راتیں منیٰ سے باہر گزارسکتا ہے۔

(۲) منیٰ میں قائم خیموں میں آگ بھڑک اٹھے یا کسی اور آفت کا سامنا ہوتو بھی یہ راتیں منیٰ سے باہر بسر کی جاسکتی ہیں۔

۷۶۱: وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَرْخَصَ لِرُعَاةِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ عَنْ مِنًى ,يَرْمُونَ يَوْمَ النَّحْرِ ,ثُمَّ يَرْمُونَ الْغَدِ لِيَوْمَيْنِ ,ثُمَّ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّفْرِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب المناسک، باب فی رمی الجمار: ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، الترمذی: ۹۶۸، النسائی: ۲۷۳/۵، ابن ماجة: ۳۰۳۷،

احمد: ۵ /۴۵۰، الحاکم: ۱ /۴۵۲، البیهقی: ۵ /۱۵۰ ، ۱۵۱، مؤطا امام مالک: ۱ /۴۰۸، ابن حبان: ۳۸۸۸، ابن خزیمة: ۲۹۷۵ ـ ۲۹۷۹، البزار: ۴۵۸/۱، الدارقطنی : ۲۷۶/۲، الطبرانی: ۱۱۳۷۹/۱۱

۷۶۱: حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ سے باہر رات گزارنے کی اجازت عنائت فرمائی اور انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ قربانی کے روز کنکریاں ماریں پھر دوسرے روز دو دن کی کنکریاں مارلیں پھر کوچ کے روز بھی کنکریاں ماریں۔اسے پانچوں نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: رعاة: راء مضموم اور یہ راع کی جمع ہے۔ البیتوتة: رات بسر کرنا۔ النفر: کوچ کرنا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث کو امام مالک، سفیان بن عیینہ اور عبدالجبار بن علاء نے روایت کیا ہے۔امام مالک سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو تینوں روز کنکریاں مارنے کا حکم فرمایا تھا، جبکہ سفیان بن عیینہ اور عبدالجبار بن علاء سے مروی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ وہ ایک دن چھوڑ کر کنکریاں مارلیا کریں۔امام ترمذی نے امام مالک سے مروی روایت کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو رات کے وقت کنکریاں مارنے کی اجازت دی تھی۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو رات کے وقت کنکریاں مارنے اور دن کے وقت اونٹ چرانے کی اجازت دی تھی۔لیکن یہ تینوں روایات ضعیف ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مسلم بن خالد زنجی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث عمر بن قیس مکی کی وجہ سے ضعیف ہے۔جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث متعدد علل کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) اونٹوں کی دیکھ بھال بھی ایک شرعی عذر ہے (۲) کسی بھی شرعی عذر کی وجہ سے منیٰ کی راتیں منیٰ سے باہر بسر کی جاسکتی ہیں

۷۶۲: وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ......الحديث . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب الحج، باب الخطبة ايام منىٰ: ۱۷۳۹ ـ ۱۷۴۱، مسلم: ۱۶۷۹، ابوداود: ۱۹۴۸، ۱۹۵۶، ابن ماجة: ۳۰۵۸، احمد: ۳۷/۵، الدارمی: ۱۹۲۲، البیهقی: ۱۴۰/۵، النسائی فی الکبری: ۴۴۳/۲، المقصد العلی: ۵۹۹

۷۶۲: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا۔راوی نے ساری حدیث ذکر کی۔بخاری و مسلم

تشریح: رحمت عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دس ذوالحجہ کو نماز عید نہیں پڑھائی، لیکن اس روز آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا تھا۔جیسا کہ زیر مطالعہ حدیث سے عیاں ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس **ذو الحجة** کو جمرات کے مابین کھڑے ہو کر خطاب فرمایا۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے روز ہمیں خطاب فرمایا، اسی دوران صحابہ نے آپ ﷺ سے سوالات کیے۔حضرت ہرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے روز اپنی سواری پر سوار ہو کر خطاب فرمایا۔حضرت رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے روز چاشت کے وقت خطاب فرمایا، اس وقت کچھ صحابہ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے تھے۔حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں بھی اس خطاب کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: (۱) یوم النحر کو منیٰ میں اگرچہ عید کی نماز نہیں ہے تاہم اس روز خطبہ دینا مسنون ہے۔
(۲) جمعہ کے خطبہ کے علاوہ دیگر خطبات کھڑے ہو کر بھی سنے جاسکتے ہیں۔

۷۶۳:وَعَنْ سَرَّاءَ بِنْتِ نَبْهَانَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الرُّءُوسِ فَقَالَ "أَلَيْسَ هَذَا أَوْسَطَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ؟" اَلْحَدِيثَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

ابو داود، كتاب المناسک، باب ای یوم یخطب بمنیٰ: ۱۹۵۳، البیهقی: ۱۵۱/۵ ، ۱۵۲، المطالب العالیة: ۱۲۹۵، الطبرانی: ۳۰۷/۲۴، ابن خزیمة: ۲۹۷۳، البدایة و النهایة: ۲۰۳/۵

۷۶۳:حضرت سراء بنت نبہان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوم الروس کے دن خطاب فرمایا: " کیا یہ دن ایام تشریق کا درمیانہ دن نہیں؟" راوی نے پھر پوری حدیث بیان کی۔اس روایت کو ابوداؤد نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **یوم الرؤس** : سریوں والا دن۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن لوگ جانوروں کی سریاں کثرت سے پکا کر کھاتے تھے۔

اوسط ایام التشریق :ایام تشریق کا درمیانہ دن۔علامہ ابن کثیر البدایہ والنھایہ میں فرماتے ہیں کہ اسے یوم الروس اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ اس روز قربانی کے جانوروں کی سریاں پکا کر کھاتے تھے اور یہ ایام تشریق کا پہلا دن ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو اوسط ایام التشریق سے مراد درمیانہ دن نہیں بلکہ تشریق کا افضل دن ہے جیسا کہ صاحب سبل السلام نے بھی ذکر کیا ہے۔

تشریح: اس روز کے خطبہ کے الفاظ یوم النحر کے خطاب سے ملتے جلتے ہیں۔البتہ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے ایک بار پھر اس بات کا تذکرہ فرمایا" میں نہیں جانتا، ہوسکتا ہے کہ آئندہ میری ملاقات تم سے نہ ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایام تشریق کے درمیانے روز سورۃ العصر نازل ہوئی،جس سے یہ واضح ہوا کہ یہ حج آپ ﷺ کا الوداعی حج ہے۔لیکن یہ موسیٰ بن عبید کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۷۶۴:وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا " طَوَافُكِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ يَكْفِيكِ لِحَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الاحرام: ۱۲۱۱ ، ۱۲۱۳، احمد: ۱۲۴/۶، البیهقی: ۱۰۶/۵، الترمذی: ۹۵۷

۷۶۴:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:" تیرا بیت اللہ کا طواف کرنا،صفا اور مروہ کے مابین سعی کر لینا،تیرے حج اور عمرہ کیلئے کافی ہے۔(مسلم)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مفصل اور مختصر دونوں طرح سے منقول ہے۔جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن جب وہ مقام سرف تشریف لائیں تو حائضہ ہوگئیں،جس پر وہ رونے لگیں،رحمت عالم ﷺ نے انہیں فرمایا" تم بیت اللہ کے طواف کے علاوہ دیگر تمام مناسک ادا کرنا۔" آپ ﷺ جب حج کی ادائیگی کے بعد مقام حصباء پر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! دیگر حجاج ایک حج اور ایک عمرہ کر کے واپس لوٹ رہے ہیں جبکہ میں فقط ایک حج کر کے واپس جارہی ہوں۔اس پر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا" تیرا بیت اللہ کا طواف کرنا،صفا اور مروہ کے مابین سعی کر لینا تیرے حج اور عمرہ کیلئے کافی ہے۔" اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حج قران کرنے والے کیلئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی روایات بھی اس مؤقف کی مؤید ہیں۔

فقہی احکام: (۱) قارن کیلئے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے۔

(۲) حائضہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ دیگر مناسک کی ادائیگی معمول کے مطابق کرے گی۔

٧٦٥:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِي أَفَاضَ فِيهِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب المناسک، باب الافاضة في الحج: ٢٠٠١، النسائی فی الکبری: ٤١٧٠، ابن ماجة: ٣٠٦٠، الحاکم: ١/٦٤٨، البخاری: ١٦٠٤، مسلم: ٢/٩٢٠

٧٦٥: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف افاضہ کے ساتوں چکروں میں سے کسی چکر میں بھی رمل نہیں کیا۔اسے پانچوں میں سے ترمذی نے روایت نہیں کیااور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح: اس روایت کوامام حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے،اورامام ذہبی نے اس پرمہر تصدیق ثبت کی ہے۔علامہ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے جبکہ یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے،اس کی علت یہ ہے کہ ابن جریج نے یہ روایت عطاء سے معنعن نقل کی ہے،ابن جریج معروف مدلس راوی ہیں۔البتہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے طواف قدوم کے تین چکروں میں رمل کیااور چار چکر معمول کی چال میں لگائے۔

فقہی احکام: رمل فقط طواف قدوم میں ہے۔

٧٦٦: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ,ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ,ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحج، باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح: ١٧٦٤، النسائی فی الکبری: ٢/٤٦٧، ابن خزیمة: ٢٩٨٠، البیهقی: ٥/١٦٠

٧٦٦: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہراورعصر،مغرب اورعشاء کی نمازیں پڑھیں،پھر مقام **محصب** پر تھوڑی دیر کیلئے آرام فرمایا،پھرآپ ﷺ سوار ہوکر بیت اللہ تشریف لے گئے اور طواف فرمایا۔(بخاری)

لغوی تحقیق: **محصب**:یہ مکہ اورمنی کے مابین واقع ہے،اسے ابطح اور خیف بن کنانہ کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

فقہی احکام: اس مقام پرٹھہرنا مناسک حج میں تو شامل نہیں،البتہ مسنون ہے۔

٧٦٧:وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُ ذَلِكَ أَيْ النُّزُولَ بِالْأَبْطَحِ وَتَقُولُ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِأَنَّهُ كَانَ مَنْزِلاً أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب استحباب النزول بالمحصب یوم النفر: ١٣٠٩، ١٣١١، ١٣١٢، ١٣١٤، البخاری: ١٥٩٠، ١٧٥٦، ١٧٦٣، ١٧٦٥ ابن ماجة: ٣٠٦٧، ابن خزیمة: ٢٩٨٧، ٢٩٨٨

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کوفقط مسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔جبکہ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔

٧٦٧:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ وادی محصب میں قیام نہیں فرماتی تھیں،ان کا کہنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں قیام کیا تھا تاکہ واپسی میں سہولت پیدا ہوجائے۔(مسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ وادی محصب میں قیام کرنا مناسک حج میں شامل نہیں،بلکہ واپسی پرسہولت کی خاطر ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس جگہ پرقیام تیرہ ذوالحجہ کوحج کی ادائیگی سے واپسی پرفرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسرے طریق سے مروی ہے کہ ابطح میں قیام کرنا سنت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم کل خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے، یہ وہ مقام ہے جہاں قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ بائیکاٹ کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔" عبدالعزیز بن رفیع نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النفر (تیرہویں ذوالحجۃ) کو عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا، ابطح نامی جگہ پر۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ محصب میں قیام کرنا ضروری نہیں البتہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ پر قیام فرمایا تھا۔

۷۶۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ ,إِلَّا أَنَّهُ خَفَّفَ عَنِ الْحَائِضِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب الحج، باب طواف الوداع: ۱۷۵۵، ۱۷۵۸، مسلم: ۱۳۲۸، النسائی فی الکبری: ۴۶۶/۲، ۴۶۷، الطحاوی: ۲۳۳/۲، ۲۳۵، البیهقی: ۱۶۳/۵

۷۶۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے مگر حائضہ خواتین کیلئے نرمی کر دی گئی ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں اگرچہ یہ مذکور نہیں کہ طواف الوداع کرنے کا حکم کس نے دیا اور حائضہ خواتین کیلئے کس نے نرمی پیدا کی، تاہم اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں صراحتاً مذکور ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ طواف وداع کو تمام خواتین کیلئے لازمی قرار دیتے تھے، ان کا کہنا تھا ایسی خواتین پاک ہونے تک مکہ ہی میں قیام کریں اور پاک ہونے کے بعد بیت اللہ کا الوداعی طواف کر کے جائیں، اس سلسلے میں ایک مرتبہ ان کا مکالمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ہوا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا، اگر آپ یہ تسلیم نہیں کرتے تو پھر آپ فلاں انصاریہ عورت سے دریافت کر لیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کے بعد جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملے تو مسکراتے ہوئے ملے اور فرمایا، میں آپ کو سچا ہی خیال کرتا تھا۔

ایک روایت میں اس انصاریہ خاتون کا نام بھی مذکور ہے یعنی وہ خاتون حضرت انس کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں۔ واضح رہے کہ طواف الوداع نہ کرنے کی رخصت فقط انہیں حائضہ خواتین کیلئے ہے جنہوں نے طواف افاضہ کیا ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں، آپ ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا" کیا اس نے ہمیں روک لیا؟" عرض کیا گیا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا" پھر رکنے کی ضرورت نہیں۔" ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) طواف الوداع بھی واجب ہے۔ (۲) ایسی حائضہ خواتین جو طواف افاضہ کر چکی ہوں ان کیلئے واجب نہیں۔ (۳) مجتہد کو جب معلوم ہو جائے کہ اس کا فتوی کتاب وسنت کے خلاف ہے تو اسے فوراً رجوع کر لینا چاہیے۔ (۴) لاعلمی میں مفتی کے غلط فتوی پر عمل کرنے سے انسان گنہگار نہیں ہوتا۔

۷۶۹: وَعَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " صَلاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ,وَصَلاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِي بِمِائَةِ صَلَاةٍ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

احمد: ۵/۴، ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب المساجد: ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، شرح معانی الآثار: ۱/۲۴۵، البخاری: ۱۱۹۰، مسلم: ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، البزار: ۴۲۵، ابن ماجة: ۱۴۰۹، الکامل لابن عدی: ۳/۳۹۸، مجمع الزوائد: ۴/۱۰ .

۷۶۹: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے ماسوائے مسجد حرام کے، اس میں نماز پڑھنے کا ثواب میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے سو گنا زیادہ ہے۔" اسے احمد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: علامہ ہیثمی نے رجال احمد اور رجال بزار کو رجال صحیح کہا ہے۔ البتہ امام احمد اور امام نسائی نے اس روایت کے ایک راوی حبیب پر نقد کیا ہے۔ لیکن راجح قول انہیں کا ہے، جنہوں نے اس کی توثیق کی ہے۔ اسی مفہوم کی احادیث حضرت میمونہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ ان احادیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے مگر ان روایات میں مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب مذکور نہیں، البتہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکور ہے۔ اس حدیث کو علامہ ناصر الدین البانی نے صحیحین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، میری مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو نماز کے برابر ہے۔ علامہ ہیثمی نے اگرچہ اس روایت کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ بعض رواۃ پر کلام بھی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ سعید بن بشیر اور سعید بن سالم دونوں پر کلام ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

٦۔ بَابُ الْفَوَاتِ وَالْاِحْصَارِ حج سے رہ جانے اور روکے جانے کے مسائل

۷۷۰: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَدْ أُحْصِرَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فَحَلَقَ وَجَامَعَ نِسَائَهُ ,وَنَحَرَ هَدْيَهُ ,حَتَّى اِعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب المحصر، باب اذا احصر المعتمر: ۱۸۰۹، ۱۸۱۱، البیهقی: ۵/۲۱٦

۷۷۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو روک دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر منڈوالیا، اپنی ازواج مطہرات سے تعلقات قائم کر لئے اور قربانی کر لی، پھر آپ ﷺ نے آئندہ سال عمرہ ادا فرمایا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: الفوات: فاء اور واؤ مفتوح، یعنی ایسا شخص جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا مگر وہ کسی وجہ سے عمرہ یا حج ادا نہ کر سکا۔ **احصر**: ہمزہ مضموم، حاء ساکن اور صاد مکسور، روک دیا گیا۔ **حلق**: سر منڈوالیا۔

تشریح: ترجمہ کرتے وقت حدیث کے الفاظ کی ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے، جبکہ آپ ﷺ کا عمل مذکورہ ترتیب سے نہیں تھا۔ یعنی آپ ﷺ نے قربانی کا عمل سر منڈوانے سے پہلے کیا تھا، جیسا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈوانے سے پہلے قربانی کی تھی، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ مجاہد سے مرسل روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس درخت کے پاس قربانی کی تھی جس کے سایہ میں آپ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی تھی۔

فقہی احکام: (۱) عمرہ سے فراغت کے بعد بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔ (۲) جس شخص کو حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا گیا ہو اور اس کے پاس قربانی کا جانور ہو وہ اسے یوم النحر سے قبل ہی قربان کر دے۔ (۳) اس قسم کے حج اور عمرہ کی قضا حالات سازگار ہونے پر لازم ہوگی۔

۱۷۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دَخَلَ اَلنَّبِيُّ ﷺ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ اَلزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ اَلْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہا ,فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنِّي أُرِيدُ اَلْحَجَّ ,وَأَنَا شَاكِيَةٌ، فَقَالَ اَلنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، كتاب الحج، باب جواز اشتراط المحرم:۱۲۰۷، ۱۲۰۸، البخاري: ۵۰۸۹، النسائي: ۱۶۸/۵، احمد: ۱۶۴/۶، ۳۰۳/۶، ۱۹/۶، ابن خزيمة: ۱۶۴/۴، الدارقطني: ۲۱۹/۲، البيهقي: ۲۲۱/۵، الام: ۱۹۰/۷، ابوداود: ۱۷۷۶، المعجم الاوسط للطبراني: ۲۵۶۸

تنبیہ: مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

۱۷۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے ہاں تشریف لائے تو اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حج کرنا چاہتی ہوں اور میں بیمار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے حج کو اس شرط سے مشروط کر لے کہ میرے احرام کھولنے کا مقام وہی ہوگا جہاں (اے اللہ!) تو مجھے روک لے گا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: شاكية: بیمار۔ حجي: واحد مؤنث مخاطب کا صیغہ ہے، یعنی حج کا احرام باندھ لے۔ محلي: میم مفتوح اور حاء مکسور اور آخر میں یائے نسبت، یعنی میرے احرام کھولنے کا مقام۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث عروۃ بن زبیر سے موصولاً اور مرسل ہر دو طرح منقول ہے۔ امام شافعی نے اپنی معروف کتاب الام میں اس حدیث کو مرسل نقل کیا ہے۔ اور موصول روایت کے بارے میں عدم معرفت کا اظہار کیا ہے۔ امام عراقی نے موصول طرق پر عدم صحت کا حکم لگایا ہے۔ لیکن امام بیہقی نے اس حدیث کے متعدد موصول طرق جمع کیے ہیں اور امام نووی نے امام عراقی کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے موقف کو مرجوع قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ آپ ﷺ سے یہ حدیث صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان نہیں کرتیں بلکہ حضرت ام سلمہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ضباعہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم نے بھی بیان کی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں، آپ ﷺ نے اسے فرمایا" کیا تم یہ سفر ہمارے ساتھ نہیں کرو گی؟" آپ ﷺ اس وقت حج الوداع ادا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں بیمار ہوں اور مجھے خدشہ ہے کہ میری بیماری مجھے راستے میں روک لے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا" تم حج کا احرام باندھ لو اور کہو کہ اے اللہ! جہاں تو مجھے روک لے گا، وہیں میں احرام کھول دوں گی۔" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ضباعہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان کا جسم بھاری ہے اور وہ حج کرنا چاہتی ہے۔ حضرت ضباعہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے الفاظ بھی اس سے ملتے جلتے ہیں، تاہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت حجاج بن نصیر کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: حج اور عمرہ کو مشروط کرنا درست ہے۔

۷۷۲:وَعَنْ عِكْرِمَةَ ,عَنْ اَلْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو اَلْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " مَنْ كُسِرَ ,أَوْ عُرِجَ ,فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ اَلْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ " قَالَ عِكْرِمَةُ فَسَأَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذَلِكَ؟ فَقَالَا صَدَقَ . رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ, وَحَسَّنَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ، قَالَ مُصَنِّفُهُ حَافِظُ اَلْعَصْرِ قَاضِي اَلْقُضَاةِ أَبُو اَلْفَضْلِ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَجَرٍ اَلْكِنَانِيُّ اَلْعَسْقَلَانِيُّ

اَلْـمِـصْـرِيُّ أَبْقَاهُ اَللَّهُ فِي خَيْرٍ، آخِرُ اَلْجُزْءِ اَلْأَوَّلِ وَهُوَ اَلنِّصْفُ مِنْ هَذَا اَلْكِتَابِ اَلْمُبَارَكِ قَالَ وَكَانَ اَلْفَرَاغُ مِنْهُ فِي ثَـانِـي عَشَـرَ شَهْرِ رَبِيعٍ اَلْأَوَّلِ سَنَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَثَمَانِمِائَةٍ ,وَهُـوَ آخِـرُ اَلْـعِبَادَاتِ يَتْلُوهُ فِي اَلْجُزْءِ اَلثَّانِي ،كِتَابُ اَلْبُيُـوعِ وَصَـلَّـى اَلـلَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا دَائِمًا أَبَدًا، غَفَرَ اَللَّهُ لِكَاتِبِهِ ,وَلِوَالِدَيْهِ, وَلِكُلِّ اَلْمُسْلِمِينَ وَحَسْبُنَا اَللَّهُ وَنِعْمَ اَلْوَكِيلُ.

ابو داود، كتاب المناسک، باب في الاحصار: ۱۸۶۲، الترمذی: ۹۵۰، النسائی: ۱۹۸/۵، ابن ماجة: ۳۰۷۷، احمد: ۴۵۰/۳، الحاکم: ۶۴۲/۱، البیهقی: ۱۰۲۰۶، الدارمی: ۱۶/۲، الدارقطنی: ۲۹۸/۲، معرفة السنن والآثار: ۲۴۳/۴، مؤطا امام مالک: ۳۶۲/۱، شرح معانی الآثار: ۲۱۵/۲

۲۷۷: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کا پاؤں توڑ دیا گیا یا وہ لنگڑا ہو گیا، بایں وجہ اس نے احرام کھول دیا، اس پر آئندہ سال حج لازمی ہے۔" حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ اسے پانچوں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: عَـرَج: اس کے لغوی معنی اوپر اٹھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ لنگڑا پن میں چونکہ ٹانگ چھوٹی ہونے کی وجہ سے اوپر اٹھی ہوتی ہے اس لئے یہ مادہ لنگڑے پن کو ظاہر کرنے کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، یہ مادہ نصر ینصر اور سمع یسمع کے وزن پر مستعمل ہے۔ اگر ٹانگ میں پیدائشی لنگڑا پن ہو تو پھر عین کلمہ یعنی راء کو مکسور پڑھتے ہیں اور اگر کسی حادثہ کی وجہ سے لنگڑا پن آجائے تو پھر عین کلمہ یعنی راء کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ حل: اس کیلئے احرام کھولنا درست ہو گیا۔

تشریح: مذکورہ بالا تینوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ تین عوارض کی وجہ سے حج یا عمرہ کا احرام قبل از وقت کھولا جا سکتا ہے۔ (۱) احصار (روکے جانے) کی وجہ سے، یہ احصار خواہ کسی بھی رکاوٹ کی وجہ سے ہو۔ (۲) محرم نے احرام باندھتے وقت اپنے احرام کو مشروط کر لیا ہو، اور جب وہ شرط ظہور پذیر ہو جائے تو وہ احرام کھول لے۔ (۳) محرم کو کوئی ناگہانی عارضہ پیش آجائے جس کی وجہ سے اس کیلئے بیت اللہ کی طرف سفر کرنا ممکن نہ رہے تو ایسی صورت میں بھی اسے قبل از وقت احرام کھولنے کی اجازت ہے۔ البتہ احصار کے علاوہ اگر دیگر مانع امور حائل ہو جائیں تو پھر محرم کو کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں صحابہ رضوان اللہ علیہم سے جو آثار منقول ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس کا احرام عمرہ کی نیت سے تھا تو وہ اپنا سفر روک دے اور علاج معالجہ کروانے کے بعد بیت اللہ کی طرف دوبارہ سفر شروع کرے اور عمرہ مکمل کر کے احرام کھول دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ وہ عمرہ کا احرام کھول دے اور صحت یاب ہونے کے بعد عمرہ کرے۔ اگر اس کا احرام حج کا تھا تو پھر وہ اپنے احرام کو عمرہ کے احرام میں تبدیل کر لے، عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے اور آئندہ سال حج کرے۔

بحمد اللہ پہلی جلد مکمل ہوئی۔